

مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت اور تہذیبی چیلنجز  
کے مقابلہ میں اس کا اثر

ڈاکٹر عبداللہ بن ابراہیم بن علی الطریق

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ

معدنہ البری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر
صفحات	:	۷۱
سن طباعت	:	جنوری ۲۰۱۲
قیمت	:	۵۰ روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱- ایف، سٹریٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981327

ای میل: ifapublication@gmail.com

## مجلس روزانہ

- ۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی
- ۲- مولانا محمد میر بان الدین سنبھلی
- ۳- مولانا پدرا الحسن قاسمی
- ۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- ۵- مولانا عتیق احمد بستوی
- ۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مختصر تعارف مصنف

نام:	عبداللہ بن ابراہیم بن علی اطریقی
پیدائش:	۱۳۷۰ھ
مقام:	شہر زلفی، سعودیہ
تعلیم:	بی اے (امام محمد بن سعود یونیورسٹی) ایم اے پی ایچ ڈی
پیشہ:	استاذ (کلیہ اشریعہ سعودیہ یونیورسٹی)
عہدہ:	وکیل کلیہ اشریعہ، عمید کلیہ اشریعہ
تصنیفات:	بیس سے زائد علمی اور فقہی کتابیں جن میں سے اہم مقالات میں تہذیب کی تعمیر اور علماء شریعت، اہل حل و عقد، سعودیہ کا سیاسی نظام، مخالف کے ساتھ برتاؤ کی فقہ اور غیر مسلموں کے احتساب کی فقہ شامل ذکر ہے۔ چالیس سے زائد سے زائد علمی مقالات جن میں اہم معاصر سلفی مکاتب فکر اور جزیرہ العرب کی خصوصیات ہیں۔ بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت: ۵۰ بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت ہوئی۔ اعزازی و توصیفی اسناد: ۲۰ سے زائد اعزازی و توصیفی اسناد حاصل کیا۔

## فہرست

۱۱	مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر
۱۵	<b>پہلا باب: مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت</b>
۱۷	۱- مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد
۱۷	وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت
۱۸	۱- فکر اور اعتقاد
۱۸	۲- معاشرہ
۱۹	۳- سیاست
۱۹	۴- معاشیات
۲۱	۲- شریعت میں اتحاد و اتفاق کا مقام
۲۱	۱- اتفاق و اجتماعیت کی تاکید نیز اختلاف و امتیاز کی ممانعت
۲۲	۲- اجتماعیت سے لازمی طور پر وابستہ ہونے کا حکم اور اس سے نکلنے کی ممانعت
۲۲	۳- دینی اخوت کا حکم اور اس کی تاکید
۲۳	۴- ایک جسم اور مضبوط ٹیمارت سے امت مسلمہ کی تشبیہ
۲۳	۵- مسلمان بھائی کے تین حقوق اور فرائض
۲۳	۶- اسلامی وحدت و اخوت



۲۵	۳- اتحاد کی بنیادیں
۲۶	الف- فکری بنیادیں
۲۶	۱- اسلامی عقیدہ
۲۷	۲- عبادت
۳۰	۳- ایک قبلہ
۳۰	۴- علم و عرفان
۳۱	ب- اخلاقی و اجتماعی بنیادیں
۳۱	۱- مستحکم خاندان
۳۱	۲- معاشرتی ضمانتیں
۳۲	۳- اخلاق
۳۳	ج- سیاسی بنیادیں
۳۳	۱- شریعت کی حکمرانی
۳۳	۲- امامت عظمیٰ کی وحدت
۳۶	۴- اتحاد کے مقاصد
۳۶	۱- فکری مقاصد
۳۷	۲- معاشرتی مقاصد
۳۸	۳- سیاسی مقاصد
۳۸	۴- مادی مقاصد
۴۰	۵- حصول وحدت کے ذرائع
۴۱	۱- فکری وسائل
۴۲	۲- سیاسی وسائل

۴۵	۶- راہ وحدت کی رکاوٹیں
۴۵	الف- فکری رکاوٹیں
۴۶	۱- دعوت کی راہ میں مختلف مشکلات درپیش ہیں
۴۶	۲- صحیح عقیدہ کو عام کرنے کی راہ میں بڑی بڑی دشواریاں حائل ہو گئی ہیں
۴۷	۳- عربی زبان کی اشاعت
۴۸	ب- معاشرتی دشواریاں
۴۸	۱- مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں درپیش مسائل
۴۹	۲- جاہلاندرسم و رواج کی وجہ سے درپیش مسائل
۴۹	۳- معاشرے اور فرد کی شخصیت کا تحفظ
۵۰	ج- سیاسی دشواریاں
۵۰	۱- مسلمانوں کی متحدہ قیادت
۵۱	۲- مسلمانوں کی شیرازہ بندی
۵۲	۳- صفوں میں اتحاد
۵۳	۴- جہاد
۵۳	د- مادی دشواریاں
۵۵	<b>دوسرا باب: تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اتحاد و وحدت کا اثر</b>
۵۷	وحدت اسلامی اور تہذیبی چیلنجز
۵۷	تمہید
۵۸	۱- فکری چیلنجز اور وحدت
۶۱	۲- معاشرتی چیلنجز اور وحدت

۶۳	۳- سیاق چیلنجز اور وحدت
۶۶	۴- مادی چیلنجز اور وحدت
۶۸	خاتمہ
۶۹	☆ علماء و اعیان اسلام سے چند امیدیں
۷۱	خلاصہ



## مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت اور تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اس کا اثر

اللہ کی حمد و ثناء اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو۔  
امت اسلامیہ نے صدیوں تک اسلام کے سایہ تلے زندگی بسر کی، اس کی ہدایات سے  
فیض یاب ہوتی رہی۔ اور جب تک اسلام کی راہ پر گامزن اور اس کی نسبت پر نازاں رہی بقاء،  
اقتدار اور خلافت کی مستحق قرار پائی۔ یہی اللہ کا وعدہ بھی ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے: ”تم میں  
سے وہ لوگ جو ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں  
ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا، اور یقیناً ان کے لیے  
ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور  
ان کے اس خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ  
کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے“ (سورۃ النورہ: ۵۵)۔

اسلام کی روشنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچی، دنیا کے بیشتر علاقے اس کے لیے کشادہ  
فرارخ ہوتے چلے گئے اور وہ بات سچ ہو کر رہی جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی  
فرمائی تھی کہ: ”اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے زمین کو سکور کر پیش کیا اور میں نے اس کی مشرق و  
مغرب کا مشاہدہ کیا، میری امت اور اس کی حکمرانی عنقریب اس پوری زمین پر پھیل جائے گی،  
جس کا مجھے نظارہ کر لیا گیا ہے اور اسے سرخ و سفید دو خزانے دئے گئے (یعنی روم و فارس کی  
حکمرانی) (مسلم، کتاب الفتن، حدیث نمبر ۱۹، ترمذی، کتاب الفتن ۲۱۷۶)۔

مسلمانوں کا اس قدر رعب و دبدبہ تھا کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مضبوط بنیادوں پر قائم ایک عظیم و عالی شان تہذیب کی بنیاد ڈالی، دنیا پر جس کی حکمرانی مدتوں رہی، جسے قائد کا درجہ حاصل ہوا اور جو دنیا کی منظور نظر بن کر رہی۔

پھر مسلمانوں کی ایسی ذریت اس عظیم تہذیب کی جانشین بنی جو دنیا کی طرف مائل تھی بلکہ دولت و رسوائی جس کا مقدر بن چکی تھی، ذاتی مفاد اور خود غرضی ان کے نزدیک سب سے اہم تھی، ایسے لوگوں نے مسلمانوں کو عملی اور فکری اعتبار سے منقسم اور انہیں حکمرانی کے بعد محکومی، علم کے بعد جہالت، ترقی کے بعد تنزل، مال و دولت کے بعد بے سروسامانی اور اتحاد کے بعد انتشار جیسے ذلیل و اہانت آمیز مقام پر لاکھڑا کیا۔

امت اسلامیہ کی وحدت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ تقریباً منتشر و پارہ پارہ ہو گئی اور ہم حافظ ابراہیم کے ان اشعار کے مصداق بن گئے:

لم یبق شی من الدنیا بأبدینا إلا بقیة دمع فی مآقینا  
کنا قلادة جمید اللمهر فانقرطت وفی عیون العلاء کنار رباحینا  
فلم نزل و صروف اللمهر ترمقنا شورا و تخدعنا الدنیا و تلہینا  
حتی غلمونا و لاجاہ و لا نشب و لا صلیق و لا حل یواسینا

”آنکھوں میں چند چند قطرے آنسوؤں کے سوا دنیا کی کوئی چیز ہمارے قبضے میں نہ رہی، ہم زمانے کی گردن کا ہارت تھے جس کے موتی بکھر چکے ہیں، حالانکہ بلند یوں کی نگاہ میں ہم سب رفتار آمدھیوں کی مانند تھے۔“

ہماری حالت یہ ہو گئی کہ زمانہ شمشگین نگاہوں سے ہمیں گھورتا رہا، دنیا ہمیں دھوکہ دیتی رہی اور ہمیں سامان تفریح سمجھتی رہی، یہاں تک کہ ہم اس حال کو جانچنے کہ نہ ہمارا کوئی دوست بچا نہ کوئی رفیق جو ہماری غم خواری کرتا۔“

لیکن مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے تئیں ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا

چاہتے وہ اپنی مشیت سے مسلمانوں کی پھر سے شیرازہ بندی کرے گا اور انہیں ان کی پہلے والی عزت و شرافت کے مقام پر دوبارہ متمکن کرے گا۔ ارشاد خداوندی ہے:

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین اسے ناپسند کریں۔“

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جہاں تک دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا پہنچتا ہے وہاں تک یہ دین ضرور پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر محل اور ہر جھونپڑی میں (ہر کچے اور کچے گھر میں) اسلام کو داخل کر کے رہے گا، عزت و ارکون عزت سے نوازے گا اور ذلیل شخص کو ذلت سے دوچار کرے گا۔ عزت تو وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے گا اور ذلت وہ ہے جس سے کفر کو رسوا کرے گا“ (مسند احمد بن حنبل، ۳۰۱/۳)

لیکن یہ امر انتھک اور مسلسل جدوجہد اور جہاد و فتر بانی کا متقاضی ہے۔

اس کتاب کے جو اوراق آپ کے سامنے ہیں، انہیں امت کے جسم میں پائی جانے والی المناک بیماریوں اور اس کے جسم میں پھیلنے والے گہرے ماسوروں کو زخمی سے ٹٹولنے کی کوشش کی گئی ہے جو دراصل ان ماسوروں کو بھرنے اور ان الم ناک بیماریوں کے علاج کی ایک کوشش ہے۔ اسی وجہ سے یہ مقالہ تجزیاتی و توصیفی اسلوب اور بنیادی نکات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کے سامنے سب سے پہلے انہی احساسات کو اس امید پر پیش کر رہا ہوں کہ ان میں انہیں وہ چیز مل سکے گی جو ان کی توقعات کو پورا کر سکے اور ان کی تشنگی کو دور کر سکے گی۔

اس کتاب میں دو ابواب ہیں:

**پہلا باب:** مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت:

اس میں مندرجہ ذیل عناوین ہیں:

۱- وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت

۲- شریعت میں اتحاد و اتفاق کا مقام

۳- اتحاد کی بنیادیں

۴- اتحاد کے مقاصد

۵- اس کے حصول کے ذرائع

۶- اس راہ میں درپیش رکاوٹیں

**دوسرا باب:** تہذیبی چیلینجز کے مقابلے میں اتحاد و وحدت کا اثر - اس میں مندرجہ ذیل

عناوین ہیں:

۱- فکری چیلینجز کے مقابلے میں اس کا اثر

۲- معاشرتی چیلینجز کے مقابلے میں اس کا اثر

۳- سیاسی چیلینجز کے مقابلے میں اس کا اثر

۴- مادی چیلینجز کے مقابلے میں اس کا اثر

خاتمہ بحث اور اس کے بعد اہم مراجع و مصادر کی فہرست ہے۔

☆☆☆

پہلا باب  
مسلمانوں کے درمیان اتحاد و وحدت





(۱)

## مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد

وحدت امت کا مفہوم اور اس کی حقیقت:

”القاموس الجریط“ میں ”الوحدۃ“ کے معنی ”الانفراد“ کے ملتے ہیں، یعنی منفرد ہونا۔ اسی سے عربی کے یہ اوزان استعمال ہوتے ہیں۔ وَحَدًا يَحْدُ وَحَدًا وَ وَحْدًا وَحِدَةً وَ وَحْدَةً جس کے معنی ہیں تنہا پھنا۔

اسی سے بنا ہے ”اتحاد“ یعنی ایک ہو جانا، اور دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے لیے آئے تو مطلب ہوتا ہے ان سب کا مل کر ایک شئی بن جانا، حالانکہ ان میں سے ہر شئی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے درمیان وحدت یا وحدت اسلامی کے معنی ہوتے ہیں: مسلم عوام کا معاشی، معاشرتی، سیاسی اور فکری طور پر ایک ہو جانا۔

وَ حِدَةً یعنی منفرد رہنا۔ یہ معنی وحدت کے اصطلاحی مفہوم میں اس طور پر پایا جاتا ہے کہ امت مسلمہ اپنے اتحاد کی وجہ سے دیگر امتوں سے منفرد، جداگانہ اور ممتاز ہے۔ چونکہ وحدت کا یہ مفہوم مجمل ہے اس لیے وحدت کی حقیقت و ماہیت کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

غور کرنے پر وحدت کے چار بنیادی عناصر اور اجزائے ترکیبی سامنے آتے ہیں:

## ۱۔ فکر اور اعتقاد:

جہاں تک لفظ ”فکر“ کی بات ہے تو اس کا اصل لغوی مفہوم ہے: معانی کے ادراک کے لئے دل کا غور و خوض کرنا (المصباح المہیر ص ۷۹) یا پھر امام راغب کے الفاظ میں: فکر: یعنی جاننے کی وہ قوت جو معلوم چیزوں کی طرف رہنمائی کرے۔

تفکر: اسی جاننے کی قوت یا علم کی قوت کا عقل کے حسب مراتب حرکت و گردش کرنا، تفکر کی یہ صفت حیوان کے مقابلے میں صرف انسان کے لیے مخصوص ہے (المفردات فی غریب القرآن ص ۳۸۳)۔

دور حاضر میں اس کے معنی میں مزید وسعت آئی ہے۔ ”المعجم اللغوی“ میں مذکور ہے کہ ”عام طور پر ”فکر“ ذہن کی جملہ سرگرمیوں یعنی تفکر، ارادہ، وجدان، خیال، احساسات، جذبات و تخیلات کو کہتے ہیں“ (المعجم اللغوی ص ۱۳)۔ اسی لیے میں نے یہاں فکر سے مراد انسان کا عقلی پہلو ہی لیا ہے، یعنی تعلیم، تربیت اور غور و فکر۔

اور جہاں تک لفظ ”اعتقاد“ کی بات ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں دل کا کسی چیز پر تمکک جانا اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرنا۔ یہ ”عقد“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں گرہ کسنا، باندھنا اور مضبوط کرنا۔

اسی لیے یہاں اعتقاد سے میری مراد انسان کا قلبی پہلو یعنی اس کی دلی کیفیت اور رجحان ہے، کیونکہ مرادی معنی میں لفظ ”فکر“ کا اطلاق ان امور پر کیا جاتا ہے جن میں عقلی و قلبی دونوں پہلو شامل ہوں۔ اور اس مقالے میں فکر کا یہی مفہوم میرے پیش نظر ہے۔

## ۲۔ معاشرہ:

یہ سماجی زندگی کا جز ہے (یعنی خاندان، قبیلہ اور افراد کا گروہ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو) ان کا ایک دوسرے سے اور ان رسم و رواج سے گہرا تعلق ہوتا ہے جو ان باہمی تعلقات کے نتیجے

میں معرض وجود میں آتے ہیں۔

### ۳- سیاست:

یعنی جو سیاسی تعلقات اور نظام حکومت و سلطنت سے متعلق ہو (القاسمیں سیاسی ص ۲۸۷)۔

### ۴- معاشیات:

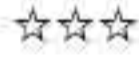
یعنی جو مادیت کے تمام پہلوؤں اور اس کے مختلف نظاموں اور طریقہ بہائے کار سے متعلق ہو۔

اگر یہ بنیادی لوازمات کسی امت میں پائے جائیں تو یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ایک متحدہ امت ہے لیکن اگر ان کا فقدان ہو تو کسی وحدت یا اتحاد کا تصور بھی ناممکن ہے اور اگر اس میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ پائی جائے تو اس خالی جگہ کو آپسی نفرت لے لیتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تیسرا بنیادی نقطہ اس پہلو سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسی کے ذریعہ، لمبے عرصے تک دیگر بنیادی لوازمات کو فراہم کیا جاسکتا ہے اور ان کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔

ایک امت جس میں مختلف زبان بولنے والے، متفرق رسم و رواج والے، معاملات میں جداگانہ طریقہ کار رکھنے والے اور مختلف زاویہ فکر رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہوں، اگر اس امت کو انصاف پرور محکم نظام سیاست حاصل ہو جائے تو اس طاقت کی بدولت بہت سی معاشرتی، دینی اور نفسیاتی دشواریوں اور رکاوٹوں کو ختم کرنا نیز افراد اور قبیلوں کے درمیان قربت پیدا کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے گا۔ غالباً ریاستہائے متحدہ امریکہ میں امریکی معاشرہ اس کی واضح ترین مثال ہو سکتا ہے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ اگر نظام سیاست اسلامی ہو اور مسلمانوں کی مصلحتوں کا پاس و لحاظ رکھنے والے، امانت دار اور زور آور حکمران ہوں تو دشواریوں کو ختم کرنے

اور باہمی قربت بڑھانے کا مسئلہ اور بھی زیادہ آسان ہوگا۔  
گزری ہوئی صدیوں میں امت مسلمہ کی صورت حال اس حقیقت کی تائید کرتی ہے  
اس دور میں ساری امت مسلمانوں کی کثرت کے باوجود ایک یا زیادہ سے زیادہ سلطنتوں کے  
سائے تلے جمع تھی، اگرچہ ان کی زبانیں مختلف تھیں اور ان کے علاقے ایک دوسرے سے بہت  
فاصلے پر واقع تھے۔  
یہ بات ملحوظ رہے کہ آنے والی مکمل بحث کا دارومدار انہی بنیادی نقاط اور عناصر پر ہوگا۔



(۲)

## شریعت میں اتحاد و اتفاق کا مقام

اتحاد بین المسلمین ایک عظیم اسلامی مقصد اور ہر مسلمان کی دلی آرزو اور تمنا ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس پر خاص توجہ دی ہے اور ان تمام اسباب کو شرعی حیثیت دے دی ہے جو اتحاد بین المسلمین کی جانب رہنمائی کرتے ہیں، نیز اس مقصد عظیم کی پاکیزگی و رفعت جن چیزوں سے مکدر ہو سکتی ہے اور جن سے امت کا شیرازہ منتشر ہوتا ہے، انہیں ممنوع قرار دے دیا ہے۔ جن شرعی نصوص میں اتحاد امت کی تاکید کی گئی ہے، ان کے مختلف اسالیب اس امر کے بلند مرتبہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ان احکام اور اسالیب میں درج ذیل امور زیادہ واضح ہیں:

۱- اتفاق و اجتماعیت کی تاکید نیز اختلاف و انتشار کی ممانعت:

اللہ کا فرمان ہے: ”تم لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو“ (آل عمران: ۱۰۳)۔ ”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو“ (الانعام: ۱۵۳)۔

”تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا“ (آل عمران: ۱۰۵)۔

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ تین چیزیں جو تمہارے لیے پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانو اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف میں نہ پڑو“ (صحیح مسلم، کتاب الاقضية ۱۰/۲)۔

۲- اجتماعیت سے لازمی طور پر وابستہ ہونے کا حکم اور اس سے نکلنے کی ممانعت:

ایک طویل حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو اس طرح نصیحت فرمائی: ”..... مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازمی طور پر اختیار کرو“ (صحیح بخاری: کتاب القس، باب ۱۱، صحیح مسلم: کتاب الاداء ۵۱/۳)، امام ترمذی ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ ”تم پر اجتماعیت فرض کر دی گئی، تم تفرقہ بازی سے اجتناب کرو کیونکہ تمہارا رہنے والے شخص کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے لیکن اگر وہ لوگ ہوں تو ان سے دور رہتا ہے“۔

اسی طرح اجتماعیت سے دوری اختیار کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعید سنائی کہ ”جو اطاعت سے نکل گیا اور اجتماعیت سے جدا ہو گیا پھر اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی تو کو یا وہ شخص جاہلیت کی موت مرا“ (مسلم بروایت ابو ہریرہ کتاب القس، حدیث نمبر ۵۳، سنن ترمذی)۔ جو شخص جماعت سے منحرف ہو گیا وہ جہنم رسید ہوا“ (سنن ترمذی کتاب القس، باب ۷، حدیث غریب)۔

۳- دینی اخوت کا حکم اور اس کی تاکید:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں“ (الحجرات: ۱۰)۔  
”اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو (جو اس نے) تم پر کیں، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو

اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے“ (آل عمران: ۱۰۳)۔  
ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم باہمی اخوت کی اہمیت اور اسے اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کر سکتا ہے نہ اسے دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اسے ذلیل و رسوا کر سکتا ہے“ (صحیح بخاری، کتاب الاموال باب ۳، صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)۔

### ۴- ایک جسم اور مضبوط عمارت سے امت مسلمہ کی تشبیہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”مومن مومن کے لئے عمارت کی مانند ہیں، وہ ایک دوسرے کو تقویت بخشتے ہیں“۔ ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جوڑ کر اس بات کو سمجھایا (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب ۸۸، صحیح مسلم کتاب البر والصلہ: ۶۵)۔  
مزید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”آپسی محبت، رحم اور شفقت میں مومنوں کی مثال جسم کی مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم بخار، درد اور بے آرامی میں مبتلا ہو جاتا ہے“۔

### ۵- مسلمان بھائی کے تیس حقوق اور فرائض:

اپنے مسلمان بھائی کے جن حقوق اور فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، ان کے ضمن میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی بھی تاکید کی گئی ہے اور امت مسلمہ کو ایک ایسے خاندان کی حیثیت دی گئی ہے جس میں ہر شخص کے کچھ حقوق ہیں تو ہر شخص پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔ حقوق کی اس فہرست میں زکاۃ کی ادائیگی، رشتہ داروں اور ماتحتوں کے اخراجات کی فراہمی شامل ہے، اس باب میں کئی نصوص وارد ہوئی ہیں، مثلاً:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اقربا، مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو“ (الاسراء: ۲۶)۔



ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، جریر بن عبد اللہ الجلی فرماتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور بھائی کا معاملہ کروں گا“ (متفق علیہ)۔

اسی سلسلے کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا (یعنی چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو رحمکم اللہ کہنا)“ (بخاری کتاب الادب باب ۲۷، مسلم کتاب البر عدد ۶۱)۔

یہ اور اس قسم کے دیگر تمام حقوق کا جب معاشرے میں نفاذ عمل میں آنے لگتا ہے تو یہی حقوق دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، لوگ ایک دوسرے سے قریب آنے لگتے ہیں اور یہی چیز اتحاد کی بنیاد ہے۔

## ۶- اسلامی وحدت و اخوت:

اسلام نے وحدت و اخوت جیسی بلند قدر کا ایک مضبوط نسیل سے احاطہ کر لیا ہے۔ یہ نسیل ان کے وجود کو لرز نے اور احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچاتی ہے، یہ نسیل چند معاشرتی برائیوں سے بچنے کا نام ہے، اسی لیے اسلام نے غیبت، چغلی، جھوٹ، ناحق بات کہنے، جاہلانہ عصبیت اور تمام ہی مذموم عادتوں سے روکا ہے۔

اس طرح کے تمام احکام، جن بعض باتوں کو کرنے اور بعض کو نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اتحاد و وحدت اسلامی کی اہمیت اور اس کے بلند مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک شرعی فریضہ اور معاشرے کی ضرورت ہے۔ یہی نہیں بلکہ امت کا حال اور مستقبل، اس کے مفادات اور تہذیب بھی اپنی بقا کے لیے اسلامی وحدت و اخوت کا مطالبہ کرتے ہیں۔



(۳)

## اتحاد کی بنیادیں

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض قومیں ایک جھنڈے تلے متحد ہو جاتی ہیں، بعض مخصوص معاملات پر باہم اتفاق بھی کر لیتے ہیں، اسی طرح ان کے درمیان کوئی تحریری معاہدہ ہوتا ہے تو اس پر قائم بھی رہتے ہیں، لیکن یہ اتحاد کی کمزور بنیادیں ان سے کوئی معنی خیز نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکتا، ان کمزور بنیادوں میں سے چند ایک یہ ہیں: قومیت، وطنیت، نسلیت، زبان اور وہ جو ان ہی کے ارد گرد گھومتے ہیں۔

اگر اتحاد کی یہ تمام بنیادیں دین کے عنصر سے خالی ہوں تو ان کی حیثیت جاہلیت کے دعویٰ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اکثر قوموں کے درمیان اتحاد کی بنیاد یہی چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:

”اس قسم کی قومیتیں بنی نوع انسانی کے لیے ایک شدید مصیبت ہیں۔ انھوں نے عالم انسانی کو سنکڑوں ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اور حصے بھی ایسے کہ ایک حصہ فنا کیا جاسکتا ہے، گمراہی کے حصے میں کسی طرح تبدیلی نہیں کی جاسکتی، ایک نسل دوسری نسل میں نہیں بدل سکتی، ایک وطن دوسرا وطن نہیں بن سکتا، ایک زبان کے بولنے والے دوسری زبان کے بولنے والے نہیں بن سکتے، ایک رنگ دوسرا رنگ نہیں بن سکتا۔ ایک قوم کی معاشی اغراض بعینہ دوسری قوم کی اغراض نہیں بن سکتیں، ایک سلطنت کبھی دوسری سلطنت نہیں بن سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو قومیتیں ان بنیادوں پر

تعمیر ہوتی ہیں، ان کے درمیان مصالحت کی کوئی سہیل نہیں نکل سکتی، قومی عصبیت کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے خلاف مسابقت، مزاحمت اور منافست کی ایک دائمی کشمکش میں مبتلا رہتی ہیں، ایک دوسرے کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہیں، آپس میں لڑ کر فنا ہو جاتی ہیں اور پھر انہی بنیادوں پر دوسری قومیں ایسے ہی ہنگامے برپا کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں، یہ دنیا میں فساد، بد امنی اور شرارت کا ایک مستقل سرچشمہ ہے، خدا کی سب سے بڑی لعنت ہے، شیطان کا سب سے کامیاب حربہ ہے جس سے وہ اپنے ازلی دشمن کا شکار کرتا ہے“ (مسئلہ قومیت ص ۱۰-۱۱)۔

جہاں تک اسلام کا سول ہے تو اسلام نے وحدت اسلامی کو ان مضبوط و پائیدار بنیادوں پر قائم کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے وحدت اسلامی متزلزل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی راستے سے اس میں کمزوری راہ پا سکتی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، وحدت کے لازمی اجزاء یہ ہیں:

۱- فکر اور اعتقاد، ۲- معاشرہ، ۳- سیاست، ۴- معاشیات

یہاں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ وحدت اسلامی کی بنیادیں ہی اس کے لازمی اجزاء ہیں۔

البتہ یہاں ان کی وضاحت ضروری ہے:

**الف- فکری بنیادیں:**

پہلے ہم فکری بنیادوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

**۱- اسلامی عقیدہ:**

اس سے میری مراد وہ سیدھا، صاف و شفاف عقیدہ ہے جو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور جسے اس امت کے سلف صالحین نے پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں ان بدعات و خرافات سے پرہیز ضروری ہے جو توحید اور ایمان کے باب میں علماء فلسفہ وغیرہ نے داخل کر دی ہیں، اسی طرح ان افکار و افکار اور طریقوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے جنہیں نحراف زدہ تصوف کے پیرووں نے عقیدہ اسلامی کا جز بنا دیا ہے، نیز

موجودہ دور کے اہل باطل نے سیکولرزم کی آڑ میں جو عجیب و غریب معانی و مفہام عقیدہ اسلامی کے اندر داخل کرنے کی کوشش کی ہے، ان سے ہوشیار رہنا بھی لازم و ضروری ہے۔

یہ اس لیے ضروری ہے کیونکہ صحیح و بے عیب اسلامی عقیدہ ہی مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیاد بن سکتا ہے، بلکہ ایک خوش حال و بابرکت زندگی کی بنیاد بھی صحیح اسلامی عقیدہ ہی بن سکتا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”بلاشبہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں چنانچہ تم میری عبادت کرو“ (الانبیاء: ۹۳)۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں: ”اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرما رہا ہے کہ تمہاری یہ ملت ایک ہی ملت ہے اور اے لوگو! کیونکہ میں تمہارا پروردگار ہوں اس لئے تم مورتیوں، بتوں اور جن محبوبان باطل کی عبادت تم کر رہے ہو، ان سب کو چھوڑ کر صرف میری عبادت کرو“۔ (جامع البیان: ۵/۸۵۱۷)۔

اللہ کا فرمان ہے: ”تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جیسے ان کے لیے وہ پندرہ سو سال پہلے ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو اس زمان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے“ (انور: ۵۵)۔

خلافت کا یہ وعدہ، اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنے سے مشروط ہے، اگر مسلمان نیک اعمال کرتے رہیں اور ایمان پر جسے رہیں تو اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور باضرور پورا ہوگا اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا“ (تیسیر الکریم: ۱/۳۳۹)۔

## ۲- عبادت:

عبادت سے میری مراد عبودیت کے وہ طریقے ہیں جن کی طرف اسلام نے اللہ تعالیٰ

کی قربت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رہنمائی کی ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج، معروف کا حکم دینا، منکر سے روکنا، جہاد وغیرہ۔

عبادت مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ اگر کسی معاشرے میں عبادت رب کا اہتمام نہ ہو تو اس کا باہم متحد و متفق رہ پانا ناممکنات میں سے ہے۔ ذرا ایک ایسے معاشرے کا تصور کیجئے جس کو دعویٰ تو اسلام سے نسبت و تعلق کا ہو لیکن وہ ان عبادات کو اہمیت نہیں دیتا جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، نہ اس میں نماز قائم کی جاتی ہے، نہ ہی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوتی ہے، نہ شریعت کے مطابق ماہ رمضان کی تکریم کی جاتی ہے، نہ ہی نیکیوں کا حکم دیا جاتا ہے اور نہ ہی برائیوں سے روکا جاتا ہے تو کیا ایسے معاشرے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ ایک متحدہ معاشرہ ہے؟ ہرگز نہیں، ایسا معاشرہ جس میں اللہ کے شعائر کی تعظیم نہ کی جاتی ہو اور نہ ہی عبادات کو اہمیت دی جاتی ہو، وہ معاشرہ یقیناً انتشار کا شکار ہے۔ بلکہ لازمی طور پر عبادات میں لاپرواہی اور عدم توجہی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان شیطان بغض و عنادت پیدا کر دیتا ہے۔ ”ایک مدبر و دانا شخص ان عبادات میں اجتماعیت کی روح کو بخوبی ملاحظہ کر سکتا ہے۔ نماز کی مختلف اوقات میں مختلف صورتیں ہیں اور ان کی ادائیگی ایک پر امن اور قابل احترام جگہ یعنی مسجد میں کی جاتی ہے۔ ان مساجد کو اللہ نے تعمیر کرنے اور آباد رکھنے کا حکم دیا ہے۔

فرمان خداوندی ہے: ”ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی“ (البقرہ: ۳۶-۳۷)۔

”اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصوں میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

ہوں“ (الغوبہ: ۱۸)۔

اسی طرح روزے میں بھی مسلمانوں کے درمیان الفت و وحدت کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ تمام مسلمان مل کر ایک مخصوص ماہ میں روزے رکھتے ہیں، یہ مخصوص ماہ ماہ رمضان کہلاتا ہے اور سب کا روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔

کسی بھی شخص کو یہ آزادی نہیں دی گئی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہے روزہ شروع کرے اور جب چاہے ختم کرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

”اے (چاند کو) دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور اسی کو دیکھ کر روزے ختم کرو“ (متفق)

علیہ صلیح بخاری۔ کتاب الصوم المہاب ص ۱۶۱ صحیح مسلم۔ کتاب الصوم ۲/ ۱۷-۱۸)۔

حج مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور الفت و قربت کی ایک واضح ترین تعبیر ہے، حج تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک بہت ہی بڑا اجتماع ہے جس میں مسلمان ہر قطعہ اور ہر گوشہ سے ایک ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے، لوگ تیرے پاس پایادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اوتوں پر بھی دو دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے، تاکہ وہ اپنے فائدے حاصل کریں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں“ (الحج: ۲۸-۲۷)۔

زکوٰۃ بھی اس طور پر آپسی قربت کا ایک اثر انگیز وسیلہ ہے، اس کے ذریعہ معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کا کفیل و ضامن بن جاتا ہے۔ عبادت کی یہ قسم امیر و غریب کے دلوں کو آپس میں جوڑتی ہے۔ برحق و برگزیدہ رب کائنات کا فرمان ہے:

”آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے“ (الغوبہ: ۱۰۳)۔

اسی طرح ان کے علاوہ جو دیگر عبادتیں ہیں ان میں بھی اتحاد و وحدت کی حکمت پوشیدہ

نظر آئے گی۔

۳- ایک قبلہ:

مسلمانوں کو متحد کرنے والی اسلام کی بڑی علامتوں میں سے ایک علامت قبلہ ہے، بلکہ یہ مسلمانوں کو دیگر اقوام سے ممتاز بھی کرتا ہے۔

قرآن نے اس کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا ہے: ”ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تا بعد ازاں کون ہے اور کون ہے جو اپنی اڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے“ (البقرہ: ۱۴۳)۔

یہ قبلہ کی اہمیت کا ہی ثبوت ہے کہ اس اہم علامت سے امت مسلمہ کے ہر گروہ کی نسبت وابستہ ہے، جس کی وجہ سے انہیں اہل قبلہ کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے: ”جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا وہ مسلم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہے“ (بخاری، کتاب الصلاة: ۲۸)۔

۴- علم و عرفان:

علم و عرفان کسی بھی معاشرے کا ایک اہم ستون ہے۔ انسانوں اور قوموں کی زندگیوں اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتیں۔ لہذا عزوجل کا فرمان ہے: ”کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو غفلت مند ہوں“ (الزمر: ۹)۔

اصہبانی کا مقولہ بالکل صادق آتا ہے:

”العلم یبنی بوقتاً لا عماد لہا

والجہل یهدم بیت العز والشرف“

(علم ایسی عمارتیں تعمیر کرتا ہے جنہیں ستون کی ضرورت نہیں ہوتی (یعنی عزت

وشرافت کی ثمارتیں) اور جہالت عزت و شرافت کی ثمارت کو تہدم کر دیتی ہے)۔  
علم کے بغیر کسی امت کا نہ تو بقا ممکن ہے اور نہ ہی قوت، عزت اور وحدت سے وہ  
ہمکنار ہو سکتی ہے۔

## ب۔ اخلاقی و اجتماعی بنیادیں:

### ۱۔ مستحکم خاندان:

خاندان معاشرے کے جسم کا پہلا خلیہ ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ معاشرے کا ستون  
ہے، اگر یہ مضبوط و پائیدار ہو تو معاشرے کی تعمیر ممکن ہوتی ہے، اسلام مذکورہ معاشرے کی بنیاد کی  
پہلی اینٹ تصور کرتا ہے، حدیث شریف میں اس کو واضح انداز میں سمجھایا گیا ہے: ”مومن  
دوسرے مومن کے لئے ثمارت کی مانند ہے، وہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں، اس کے بعد  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بات کو سمجھانے کے لیے اپنی) انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا لیا۔“

### ۲۔ معاشرتی ضمانتیں:

امت کا ہر فرد پر اپنے معاشرے کا ضامن و کفیل ہے، ہر فرد کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ اس  
پر معاشرے کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح معاشرے پر بھی اس کے کچھ حقوق ہیں۔  
اس ضمن میں نصوص شرعیہ اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ یہاں ان تمام کا احاطہ ناممکن  
ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے  
مددگار ہیں“ (التوبہ: ۷۱)۔  
”تم لوگ باہم تقویٰ اور نیکی کے کام میں مدد کرو اور دشمنی و گناہ میں ایک دوسرے کی  
مدد نہ کرو“ (المائدہ: ۲۴)۔



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”آپسی محبت، الفت وشفقت میں مومنین کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بخار اور بے آرامی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

۳- اخلاق:

اتحاد، اجتماعیت اور آپسی تعلقات کی ایک عظیم بنیاد اخلاق ہے، جیسا کہ احمد شوقی کہتے ہیں:

”وإنما الأمم الأخلاق ما بقیت

فإن همو ذہبت أخلاقہم ذہبو“

(اخلاق ہی ہے جس کی وجہ سے امتیں زندہ رہتی ہیں، اگر کسی قوم کے اخلاق ختم ہو گئے تو وہ قوم بھی ختم ہو گئی)۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی حکمیل فرمائیں، چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مکارم اخلاق کی حکمیل کے لئے میری بعثت ہوئی ہے“ (موطا، کتاب حسن الخلق حدیث نمبر ۶۸، مسند احمد ۲/۲۸۱، مجمع الزوائد ۹/۱۵)۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی نہ تو کوئی زندگی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی تہذیب، بلکہ اگر اخلاق نہ ہو تو ایمان بھی صحیح و سالم نہیں رہ سکتا، اخلاق کی اس اہمیت پر بھی بے شمار شرعی دلائل موجود ہیں مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ خود کے لئے پسند کرتا ہے“۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ”بخدا وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا، بخدا وہ مومن نہیں ہو سکتا، پوچھا گیا: کون اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہ رہے“ (مشفق علیہ صحیح بخاری کتاب الادب - باب ۲۹، صحیح مسلم: کتاب الایمان ۲/۷۳)۔

سچائی، شرافت، پاکیزگی، وفاء، بہادری، مسلمانوں کے تین اخلاص اور مسلمانوں کے مزاج و طہرت سے تعلق رکھنے والی اسی قسم کی دوسری صفات، اچھے اخلاق کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ یہ اصول ہے کہ اشیاء کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے، چنانچہ یہ معلوم ہے کہ میرے اخلاق سے معاشرہ منتثر اور بحر ان کا شکار ہو جاتا ہے، اور یہ مذموم اخلاق کا لازمی نتیجہ ہے، اسے اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ ہو جس میں جھوٹ، ناحق کوئی، دھوکہ، نفاق، کجروی، بخل، ہزدلی اور رشوت عام ہو جائے تو آپ خود بھی اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس معاشرہ کی حالت کیا ہوگی! ظاہر ہے ان برائیوں کے نتیجے میں جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس کے افراد باہم ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوں گے، ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہوں گے، ہر کوئی ایک دوسرے کا حق مار رہا ہوگا اور کسی کے مال پر کوئی اور عیش کر رہا ہوگا۔

ج- سیاسی بنیادیں:

۱- شریعت کی حکمرانی:

اسلامی اتحاد کی ایک اہم ترین بنیاد یہ ہے کہ ہمارے تمام معاملات میں حکم شریعت ہو اور تمام فیصلے اسی کے مطابق انجام پائیں، اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ گزشتہ بنیادیں وہ ہیں جن کا تعلق فرد کے ذاتی عمل سے بھی ہے اور معاشرے کے اجتماعی عمل سے بھی، لیکن اس معاشرے پر جس نظام کی حکمرانی ہوگی وہ یا تو انسان کا وضع کردہ ہوگا یا سیکولر ولادین ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں اسلامی اتحاد کا حصول امر محال ہے۔ اسلامی اتحاد - جسے دور جدید کے بعض علماء و مفکرین نے ”حاکمیت“ سے تعبیر کیا ہے - کی اہمیت ہی عقیدہ اسلامی سے مربوط و مشروط ہے۔ ”اس کے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتے“ (الکہف: ۳۶)، ابن عامر کے قراءت کے مطابق ”تم اس حکم میں کسی کو شریک مت کرو“۔

## ۲- امامت عظمیٰ کی وحدت:

مسلمانوں کی اصل یہ ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی امت ہیں خواہ ان کے وطن ایک دوسرے سے کتنی ہی دوری و مسافت پر واقع ہوں یا ان کی رسوم و رواج، شغل و صورت اور زبانوں میں کتنا ہی فرق و اختلاف کیوں نہ ہو۔ اصل بات یہی ہے کہ ان کا سربراہ و امام ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ”دنیا میں بیک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے، صرف ایک امام جائز ہوگا“ (الفصل فی الملل والاعیان ص ۸۸)۔

اس حقیقت کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد مبارک ہے جو متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عقرب ایسا زمانہ آئے گا کہ خلفاء زیادہ ہو جائیں گے“۔ صحابہ نے دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ”پہلی بیعت کی طرف پہلی بیعت پر اتفاق کرو“ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب نمبر ۵، صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر ۴۳)، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”جب وہ خلفاء پر بیعت کی جائے تو دوسرے کی گردن اڑا دو، (صحیح مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر ۶۱)، اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس حدیث کے ضمن میں امام شوکانی رقمطراز ہیں:

”اسلام کے پھیل جانے، اس کا رعب و دبدبہ عام ہو جانے اور دور دور تک اس کا دائرہ پھیل جانے کے بعد حقیقتاً ہر ملک میں ولایت کسی ایک امام یا سلطان کے قبضے میں ہے، اسی طرح دوسرے ملک میں کوئی دوسرا سلطان سلطنت پر حاکم ہے، مختلف علاقوں اور ملکوں کے یہ حکمران ایک دوسرے کے ملک پر نہ تو اپنا حکم نافذ کرتے ہیں اور نہ ہی دوسرے ملک میں کسی قانون کی ممانعت کرتے ہیں، تو اس صورتحال میں تعداد انہذا و سلاطین میں کوئی مضائقہ یا حرج نہیں ہے، ان میں سے ہر ایک کی اطاعت اپنے اپنے ملک یا علاقہ کے عوام پر واجب ہے جبکہ ان کے ہاتھ پر اس ملک کے باشندے بیعت کر لیں جس ملک پر اس کے احکامات نافذ ہوتے ہیں۔“

یہی حال دوسرے ملک کے سلطان کا ہوگا، اور جس ملک میں کسی کی خلافت ثابت ہو جائے، ملک کے باشندے اس پر بیعت کر لیں، تو اب اگر کوئی اس ملک میں اس کی خلافت کی مخالفت کرے اور نزاع سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کی گردن زدنی کا حکم مانڈ ہوگا اور دوسرے ملک والوں پر اس ملک کی اطاعت لازم نہ ہوگی، ممالک کے دور ہونے کی وجہ سے وہ اس کی ولایت کے ماتحت نہ ہوں گے“ (اسیمل الجرار، ص ۵۱۳)۔

ہمارے سامنے یہ دو قسم کی آراء ہیں، اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں نہ جا کر ہم صرف چند حقائق کی طرف نشاندہی کریں گے:

۱- اصل حکم یہ ہے کہ خلیفہ ایک ہی ہوگا اور ایک سے زیادہ تعداد اضطراری صورت میں ہو سکتی ہے۔

۲- مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجتماعی طور پر ایک دوسرے سے الفت رکھیں اور ایک دوسرے سے قربت بنائے رکھیں تاکہ ان کی سیاسی دلچسپیاں اور سرگرمیاں بھی ایک دوسرے سے قریب وہم آہنگ ہو جائیں۔

دور حاضر میں جبکہ مسلم سلطنتوں کی تعداد پچاس سے بھی زائد ہو گئی ہے، مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کو آپس میں متحد رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں، خواہ یہ کام بتدریج ہی کیوں نہ ہو۔

اس سلسلے کی مزید تفصیلات ان شاء اللہ آگے آئیں گی، میرے خیال میں یہ وہ چند اہم بنیادیں ہیں جن پر اسلامی وحدت کی تعمیر ہونی چاہئے، جو ہمارا مطلوب ہے، ان میں سے کسی ایک کو بھی یا اس کے بعض حصے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ اس کا حصول ممکن ہی نہ رہا ہو۔

☆☆☆

(۴)

## اتحاد کے مقاصد

مسلمانوں کے درمیان وحدت یا اتحاد بین المسلمین محض ایک نعرہ نہیں ہے جسے وقتاً فوقتاً بلند کیا جاتا رہے، نہ ہی اس سے مراد ظاہری وحدت ہے جس کا کوئی عنوان ہی نہ ہو، نہ ہی اس مطلوبہ وحدت کے اغراض مقاصد خالص مادی ہیں۔

بلکہ یہ وہ حقیقی وحدت ہے جس کی غرض چند عظیم مقاصد کا حصول ہے، ان مقاصد کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ فکری مقاصد، ۲۔ معاشرتی مقاصد، ۳۔ سیاسی مقاصد، ۴۔ مادی مقاصد

### ۱۔ فکری مقاصد:

بلاشبہ فکری مقاصد کو اولیت حاصل ہے، فکری مقاصد کے تحت حسب ذیل امور آتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور یہ ایک انتہائی عظیم مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو“ (آل عمران: ۱۱۰)۔

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان آیات میں سے پہلی آیت کے پہلے حصے میں

امت مسلمہ کے کندھوں پر، اس کے اعزاز و اکرام اور اس کے مقام رفعت و بلندی کے بقدر ایک

بارگراں ڈالا گیا ہے اور اسے ایک منفرد مقام بخشا گیا ہے، جس تک کوئی دوسری جماعت نہیں پہنچ

سکتی، یہ وہ بات ہے جس کا امت مسلمہ کو ادراک ہونا چاہئے، اسی صورت میں وہ اپنی حقیقت اور

قدر و قیمت کو پہچان سکتی ہے، وہ اس لیے وجود میں لائی گئی ہے کہ انسانیت کے لیے مقدمتہ اکتشاف بنے اور قیادت اس کے ہاتھ میں ہو، یہ اس لیے کہ وہ خیر امت (سر تا سر خیر) ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ زمین میں قیادت شر کے نہیں، خیر کے ہاتھ میں ہو..... اسی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ امت جس نظام کی علمبردار ہے وہ اس سے بہت زیادہ امور کا اور ہر میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کا تقاضا کرتا ہے (فی ظلال القرآن (اردو) ۲/۲۵۶-۲۵۷)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے“ (نمل: ۱۲۳)۔

مزید فرمایا ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے“ (القصف: ۹)۔

۲- ممکنہ ذرائع، مثلاً دعوت، میڈیا، تعلیم وغیرہ کے ذریعے صحیح عقیدہ کی نشر و اشاعت۔  
۳- دارالاشاعت، علمی مراکز، یونیورسٹیوں اور ورگاہوں کے ذریعے شرعی علوم کی نشر و تبلیغ۔

۴- اندرونی اور بیرونی باطل اور تخریب پسند افکار و نظریات سے مقابلہ۔  
۵- غیر شرعی علوم کی بیخ کنی جنہیں اسلامی طرز میں پیش کیا جاتا رہا ہو، خاص طور پر وہ علوم جنہیں سماجی علوم کا نام دیا گیا ہے۔  
۶- عربی زبان کی نشر و اشاعت، کیونکہ یہ قرآن شریف کی زبان ہے اور اسلام کو سمجھنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

۲- معاشرتی مقاصد:

اسلامی وحدت کے چند معاشرتی مقاصد بھی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- مسلم عوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنا، اس کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں

- مثلاً افر اور قبیلوں کے درمیان خاندانی تعلقات اور ازدواجی رشتوں کو آسان بنانا، مسلم ممالک میں نوآبادیوں کا قیام نیز ملیت، سفر اور نقل مکانی کی سہولتیں فراہم کرنا۔
- ۲۔ فرسودہ جاہلانہ رسم و رواج کی مخالفت اور ان سے مقابلہ۔
- ۳۔ مسلم تشخص کو پامال ہونے اور اسے غیروں کے تشخص میں ضم ہونے سے بچانا یعنی یہ کوشش کرنا کہ مسلمانوں کا وجود اور ان کا تشخص محفوظ رہے۔
- ۴۔ فرد اور معاشرہ کے مابین رشتے میں توازن۔

### ۳۔ سیاسی مقاصد:

ان میں سے نمایاں ترین مقاصد درج ذیل ہیں:

- ۱۔ زندگی کے تمام امور میں اسلامی قوانین کے مطابق احکامات نافذ کرنا اور اسلامی شریعت کے مطابق ہی تمام امور کا فیصلہ کرنا۔
- ۲۔ تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہو، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔
- ۳۔ مسلمانوں کو متحدہ رائے کرنا اور فکر و خیال کے اعتبار سے ان کو باہم مربوط رکھنا۔
- ۴۔ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا قیام، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”یٰٰھنینا اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں کو یا وہ سیدہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (القصف: ۴)۔
- ۵۔ اللہ کی راہ میں جہاد
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔“

### ۴۔ مادی مقاصد:

مادی مقاصد درج ذیل ہیں:

۱- دشمن پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے اور جہاد کی تیاری کی نیت سے خود کی قوت و طاقت کا حصول اور اس کی تیاری، اللہ کا فرمان ہے: ”اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے“ (الانفال: ۶۰)۔

۲- مسلم ممالک کو دولت کی جوڑاوانی حاصل ہے، اس سے استفادہ کرنا۔

۳- مسلم ممالک کی فراڈی قوت سے استفادہ کرنا، جو وہ دور میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار کروڑ سے بھی زائد بتائی جاتی ہے۔

اگر اس مادی دولت اور فراڈی قوت سے بحسن و خوبی استفادہ کیا جائے تو یقینی طور پر مسلم ممالک ان میں بھی جزیرہ عرب غیر مسلمین سے جو مسلم ممالک خاص طور سے دولت مند ممالک اور ان میں بھرے پڑے ہیں، بے نیاز ہو سکتے ہیں۔

اتحاد و وحدت کے بغیر ان مقاصد کا حصول ناممکن ہے، کیونکہ اختلاف و انتشار کے رہتے ہوئے نہ مسلمانوں کی قوت و طاقت قائم رہ سکتی اور نہ ہی رعب و دبدبہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ لڑو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“ (الانفال: ۳۶)۔

اتحاد اور وحدت کے بغیر مسلمان باہم ایک دوسرے سے بھی استفادہ نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مسلمانوں کے درمیان وحدت نہ ہو تو ان میں سے زیادہ تر لوگ اور خاص کر غریب طبقہ کے لوگ آج کی مہذب سبھی جانے والی قوموں کے مقابلہ میں اصل شاہراہ سے ہٹ کر کنارے پر چلے جائیں گے۔

☆☆☆



(۵)

## حصول وحدت کے ذرائع

ابتداء ہی میں یہ اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وحدت کا حصول بہت ہی مشکل اور سخت ہے، حقیقت میں یہ ایک تھکا دینے والا دوشوار طلب مشن ہے، اسی لیے اس راہ میں مسلسل سخت کاوشوں کی ضرورت ہے، یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لیے ہر سطح اور ہر پیمانے پر بہت سی قربانیاں درکار ہوں گی مثلاً یہ مشن:

☆ فرد اور جماعت کی سطح پر بھی قربانی چاہتا ہے۔

☆ علماء و زعماء کی سطح پر قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔

☆ فکر و نظر کی سطح پر قربانیاں مطلوب ہیں

وحدت اسلامی یا اتحاد بین المسلمین کے حصول کے لیے یہ تمام قربانیاں اس لیے درکار ہیں، کیونکہ وحدت کی راہ میں چیلنج، مشکلات، رکاوٹوں اور مصیبتوں کے پہاڑ حائل ہیں لیکن اگر عزائم پختہ ہوں، نیتیں صاف ہوں اور عمل پیہم سے کام لیا جائے تو راہ ہموار ہو سکتی ہے، اللہ کے فضل و کرم سے ایسے بے شمار وسائل موجود ہیں جن کے ذریعہ اس وحدت تک رسائی ممکن ہے، اس سلسلے میں اہم اور نمایاں ترین وسائل درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ فکری وسائل:

۱۔ ان بدعات و شرقات اور شرکیہ عناصر سے عقیدہ کو پاک و صاف کرنے کی جدوجہد

کی جائے جو بیشتر مسلم ممالک میں رائج و متداول ہو گئے ہیں، یہ امت کو متحد رکھنے کا سب سے اہم وسیلہ و ذریعہ ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حقیقی وحدت تک پہنچنے والا راستہ اس کے علاوہ کوئی ہے ہی نہیں۔ بھلا امت کیسے متحد رہ سکتی ہے اگر اس کے افراد کا عقیدہ ہی مختلف ہو؟

اللہ ذوالجلال فرماتا ہے: ”وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے، تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے، مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔“ (تفسیر الخازن: ۱۹۲/۲۵) (الانفال: ۶۳-۶۴)۔

خازن کے الفاظ میں ”یہ آپسی الفت، ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نتیجہ ہے“ (تفسیر الخازن: ۱۹۲/۲۵)۔

۲- عوامی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اسلامی قدر کو مانڈ کیا جائے اور اسلامی شعور کو بیدار کیا جائے، کیونکہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور اسلامی شعائر کے جتنے قریب رہیں گے، اسی قدر وہ متحد اور باہم مربوط رہیں گے۔

۳- تعلیم اور طریقہ تعلیم کی اصلاح کی جائے نیز ان طریقہ ہائے کار کی طرف توجہ دی جائے جن سے اسلام اور مسلمان دونوں کی خدمت ہو۔

۴- مسلم ممالک میں تعلیمی اور تربیتی اداروں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے، نیز نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم میں اتحاد و یکسانیت لانے کی غرض سے طریقہ تعلیم سے متعلق مختلف نقطہ ہائے نظر میں قربت پیدا کی جائے۔

۵- اسلام اور مسلمانوں کی خدمت، نیز خاص طور سے اس مسئلہ کے حل کے لئے ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جو مسلم ممالک کے صاحبانِ حل و عقد، علماء و دانشوران، ماہرین تعلیم و تربیت، اہل دانش و اقتدار نیز امت کے بااثر

فراہمی مسلسل کوششوں کا محتاج ہے، مسلم ادارے موجودہ آپسی اختلافات کے باوجود کافی حد تک اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے متحمل ہیں۔

## ۲- سیاسی وسائل:

۱- مسلم ممالک کے اہل حل و عقد علماء و دانشوران کی مینٹنگ اور کانفرنس کا اہتمام کیا جائے اور معاملات عامہ کو طے کرنے میں ان کے باہمی مشوروں اور سفارشات کا لحاظ رکھا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان کے معاملات ان کے درمیان باہم مشورے سے (حل کیے) جائیں“ (الشوریہ: ۷)۔ اور جیسا کہ امام بخاری رقم طراز ہیں: ”انہم مسلمین جائز معاملات میں امامتدار علماء سے مشورہ کرتے تھے تا کہ مسئلہ کی آسان ترین صورت معلوم کر سکیں اور جب قرآن و سنت سے کسی مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی تو پھر اس کے علاوہ کسی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اسی میں ہے“ (صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، الباب: ۲۸)۔

غالباً تنظیم اسلامی کانفرنس (Organisation of Islamic Conference) اس

طرح کے مسائل میں علماء، دانشوروں اور رہنماؤں سے ہی رجوع کرتی ہے۔

عرب لیگ، بھی علمی و دعوتی اداروں کے تعاون سے امور عامہ سے متعلق مسائل میں علماء و مفکرین کے مشورے حاصل کرتی ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ علماء و قائدین امت کا وہ گروہ ہیں جن کا مسلم معاشروں پر کافی اثر و رسوخ ہے اور یہ گروہ مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

میں ان دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں کرتا، اس لیے کسی بھی مسئلہ کے تعلق سے ان دونوں میں سے صرف ایک گروہ سے رابطہ کر لینا کافی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے کوئی مقصد حاصل ہو سکے گا، مثلاً صرف قائدین یا پھر صرف علماء سے ہی رجوع کر لیا جائے، بلکہ میری تو تجویز یہ ہے کہ علماء و قائدین کی مشترکہ کانفرنسوں اور مینٹنگس منعقد کی جائیں، اس لیے کہ

اسلام نے کتاب و جہاد، ایمان اور علم و سائنس اور دین و سیاست میں تفریق کی ہے، دونوں کو مشترک طور پر ایک پلیٹ فارم پر لانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلم ممالک میں اکثر قائدین و لیڈران کا تعلق اہل علم طبقہ سے نہیں ہیں اور دوسری طرف جو علماء ہیں، ان کے ہاتھوں میں حکومت و سلطنت کی باگ ڈور نہیں ہے، اسی لیے ان دونوں کو یکجا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔  
(الوحدۃ الاسلامیۃ لا بی زمرہ ص ۲۳۱)۔

۲- اپنی قوم اور اپنے دین کے تئیں غیرت و حمیت رکھنے والے سیاستدانوں کو چاہئے کہ وہ مسلم ممالک کے مابین ہجرت و سفر کی سہولیات فراہم کر کے، غریب لوگوں کو مادی اور دیگر نوعیتوں کا تعاون پیش کر کے نیز اسی طرح کے دوسرے ممکنہ وسائل کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان مطلوبہ قربت پیدا کرنے کی سعی و جدوجہد کریں۔

۳- حسب استطاعت و امکانات مسلمانوں کے درمیان باہم قربت و تعلقات کے مسئلہ کا مرحلہ وار تدبیراتی حل پیش کیا جائے۔

بعض علماء نے اسلامی لیگ کے قیام کی تجویز پیش کی ہے، جس کی گہرا اس سے قبل عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی نے اس مقصد کے تحت لگائی تھی کہ یہ لیگ اقوام مسلم اور حکام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے اور خود یہ لیگ شورائی نظام کے تحت کام کرتے ہوئے احکام شریعت کا نفاذ کرے، بعض دیگر حضرات مسلم ممالک کے درمیان ایک ایسا وفاق قائم کرنے کی تجویز کے حق میں ہیں جس کے ذریعہ ان ممالک میں آپسی تعاون و رابطہ کی فضا قائم ہو، اس سلسلہ میں اور بھی مشورے ہیں جنہیں یہاں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہاں ہماری گفتگو کا موضوع یہ ہے کہ اسلامی وحدت کے حصول کے لیے وہ طریقہ اور اسلوب اختیار کیا جائے جو مذکورہ بالا بنیاد اور اہداف و مقاصد سے متصادم اور ان کے خلاف نہ ہو، رہا خلافت کا حصول تو وہ اپنے آپ میں خود ایک الگ مقصد ہے (الوحدۃ الاسلامیۃ ص ۲۵۲، ۲۵۳)۔

شاید یہ کہنا درست ہو کہ اسلامی ممالک کے درمیان معاشی یکجہتی وہم آہنگی اس کا بہترین وسیلہ ہو سکتا ہے؛ اقتصادی یکجہتی کی متعدد صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں، جن میں نمایاں ترین یہ ہیں:

۱- مسلم ممالک کے درمیان مشترک بازار قائم کیا جائے، کیونکہ باہمی تعاون کے اس طریقہ کار پر ایک اسکالرنے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے: ”یہ ارکان ممالک کے درمیان قربت پیدا کرتا ہے، ان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرتا ہے، کسی سبب سے پیدا ہونے والے اختلافات کے امکانات کو کم کرتا ہے، اس قسم کے باہمی روابط کی بنیاد پر ارکان ممالک کے لئے آپسی اختلافات کو امن کی راہ سے حل کرنا ممکن ہوتا ہے، یہ باہمی تعاون ارکان ممالک کی اقتصادی پالیسیوں کو بتدریج ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اقتصادی سرگرمیوں کو بڑھانے اور انہیں ترقی دینے میں معاون ہو سکتا ہے“ (محمود علی۔ السوق الاسلامیہ لہمشر کتہ ص ۱۳۳)۔

۲- تمام مسلم ممالک میں یکساں Currency (سکے، نوٹ) رائج کی جائے، ایک کرنسی یا سکے کا رواج مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔

۳- اسلامی بینکوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور انہیں تقویت پہنچا کر بڑے پیمانے پر فروغ دیا جائے، جس سے سودی تجارتی بینکوں کی راہ مسدود ہوگی اور مسلمان سودی کاروبار پر مشتمل ان مغربی بینکوں سے بے نیاز ہو سکیں گے۔



(۶)

## راہ وحدت کی رکاوٹیں

اس میں شک نہیں کہ اتحاد بین المسلمین یا وحدت اسلامی کی راہ میں بہت ساری دشواریاں اور سخت رکاوٹیں حائل ہیں، ان رکاوٹوں کو سمجھنا اور ان کا اوراک کرنا ضروری ہے تاکہ ان کا مناسب حل تلاش کر کے اور ان سے بچنے کی راہ معلوم کر کے ان رکاوٹوں میں غالب آیا جاسکے، سابقہ تقسیم کے لحاظ سے اس راہ کی دشواریاں اقتصادی بھی ہیں، سیاسی بھی، معاشرتی بھی ہیں اور فکری بھی۔ ہم یہاں ان تمام دشواریوں کی نشان دہی درج ذیل نقاط کی شکل میں کریں گے:

الف۔ فکری رکاوٹیں:

گذشتہ صفحات میں جو فکری مقاصد ہم نے بیان کیے تھے، ان میں درج ذیل باتوں کو

ذکر کیا تھا۔

۱۔ اللہ کی طرف دعوت

۲۔ صحیح عقیدہ کی اشاعت

۳۔ شرعی علم کی اشاعت

۴۔ انسانیت کو تباہ کر دینے والے باطل نظریات کی مخالفت

۵۔ غیر شرعی علوم کی بیخ کنی

۶۔ عربی زبان کی اشاعت

یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ان مقاصد کے حصول کی راہ میں بے شمار دشواریاں

چٹائیں حائل ہیں لیکن یہاں ہمیں صرف فکری رکاوٹوں سے سروکار ہے، اسی لیے انہی کا ذکر کیا جائے گا۔

۱- دعوت کی راہ میں مختلف مشکلات درپیش ہیں:

مثلاً: ایک سے زیادہ دعوتی طریقہ کار کا پایا جانا، اور بیشتر حالات میں اصلاحی تنظیموں اور داعیوں کے مابین نفرت و مخالفت کی حد تک اختلاف کا پایا جانا۔  
مزید برآں اکثر علماء و دانشور دعوتی ذمہ داریوں کے تعلق سے عدم توجہی کا رویہ اختیار کرتے نظر آتے ہیں یا باہم مل کر حالات کا مثبت انداز میں مقابلہ نہیں کرنا چاہتے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ منفی رویہ اختیار کیے رہتے ہیں۔

۲- صحیح عقیدہ کو عام کرنے کی راہ میں بڑی بڑی دشواریاں حائل ہو گئی ہیں:

الف- اکثر مفکرین، علماء اور داعیوں کی نظر سے سلف صالحین کا اصل طریقہ اوچھل ہو چکا ہے، اور وہ بدعت آمیز مناجح رواج پا گئے ہیں جو سلف صالحین کے نہج اور طریقے کے خلاف ہیں۔

یہ وہ اہم مسئلہ ہے جس نے جمہور امت مسلمہ کے سلف صالحین کے عقیدہ کو اجنبی اور ناپسندیدہ بنا دیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے غلط عقاید کو معروف و متداول بنا دیا ہے۔

ب- بدعت، خرافات، جاہلانہ رسم و رواج یہاں تک کہ شریک عناصر بہت سے مسلم ممالک میں اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ انہی رسوم و رواج کو صحیح عقیدہ سمجھا جانے لگا اور صحیح کو غلط کا نام دیا جانے لگا۔

ج- اتنا ہی نہیں، بلکہ حق سے منحرف افکار کے بعض حاملین تو مسلح ہو کر سلف صالحین کے نہج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور اس کی مخالفت میں اپنی پوری توانائی صرف کر رہے ہیں۔

☆ باطل اصول و نظریات کی مخالفت کے ضمن میں فری میسن نظام، اتحاد، سیکولرزم اور لادینیت جیسے نظریات آتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ان منہی نظریات کے حامیوں کی جدوجہد کے سامنے ہماری جنگ بودی و کمزور ثابت ہو رہی ہے خواہ وہ تعلیم کا میدان ہو یا میڈیا اور ذرائع ابلاغ کا یا پھر فن و ادب کا میدان ہو یا کوئی اور میدان، ہر جگہ ہماری جدوجہد بودی اور کمزور ثابت ہو رہی ہے۔

☆ غیر شرعی علم مثلاً انسانی علم اور تطبیقی علم Technology اور Humanities کے قیام کے سلسلے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مثلاً: ان علم کے قیام کے مسئلہ میں اکثر ارباب و مفکرین کی کوئی رائے ہے ہی نہیں، نیز ارباب و مفکرین اس کے ماخذ کی یا تو مخالفت کرتے ہیں یا اس کے اہداف و مقاصد میں شک کرتے ہیں۔ جبکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مخالفین حضرات طب اور اسی قسم کے دوسرے علوم سے زیادہ معاشی علم یا ادب یا معاشرتی علم کے قیام کے لئے سرگرداں ہیں۔

### ۳- عربی زبان کی اشاعت:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ میدان عمل بھی مختلف دشواریوں کے درمیان محصور ہے۔ مثلاً: الف۔ بعض بین الاقوامی کھجی جانے والی زبانیں اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ بعض مسلم ممالک میں بھی انہیں سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

ب۔ عربی زبان سے اس قسم کی باتیں منسوب کی جانے لگی ہیں کہ یہ زبان انتہائی مشکل اور پیچیدہ ہے۔

ج۔ مسلم عوام میں شرح ما خواندگی بڑھی ہے جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ بعض عوامی زبانیں بھی سرکاری زبان کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ انہیں فصیح عربی زبان کی اہمیت کا قائل کرنا آسان نہیں رہ گیا ہے۔



اس سلسلے میں ہم پر غائد ہونے والی ذمہ داری کے مقام و مرتبہ کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے، اگرچہ یہ ذمہ داری ہمہ پہلو ہے تاہم لسانی اکیڈمیاں، علمی تحقیقی ادارے، لغات اور علوم لسانیات میں اختصاص رکھنے والی یونیورسٹیاں اس بارگراں کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان میں اتنی صلاحیت ہے کہ انشاء اللہ جب تک ان کے ارادے سچے ہیں، ان کے لیے اس راہ کی پیشتر دشواریوں کو ختم کر لیں اور ان سے بسلا مت گزر جانا مشکل نہیں ہے۔

### ب- معاشرتی دشواریاں:

آغازی میں ہم بعض اہم معاشرتی مقاصد کا ذکر کر چکے ہیں جن میں سے بعض نمایاں ترین مقاصد یہ ہیں:

- الف- مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنا
- ب- جاہلانہ رسم و رواج کے خلاف برسر پیکار رہنا۔
- ج- مسلم فرد اور معاشرے کی شخصیت و شناخت کی حفاظت کہ کہیں وہ اپنی شخصیت کو گم کر کے غیروں کی شخصیت اور شناخت میں نہ ڈھل جائیں۔
- فرد اور معاشرے کے تعلق سے ان اہداف تک پہنچنے میں لازمی طور پر مشکلات درپیش ہوں گی۔

### ۱- مسلم اقوام کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں درپیش مسائل:

اس راہ میں کئی ایک معاشرتی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک یہ ہیں:

اکثر قبائل اور گروہوں میں آج بھی شدید قسم کی قومی، نسلی، وطنی اور اسی نوعیت کی عصبیت انتہا پسندی کی حد تک پائی جاتی ہے، اور جب تک باہمی ملاقاتوں، آپسی محبت و تعلقات

کی بنیاد یہ عصبیت ہوگی یہ تمام چیزیں جاہلیت کا عمل سمجھی جائیں گی، ہم اس بات کا مشاہدہ بہ آسانی کر سکتے ہیں کہ مختلف مسلم ملکوں میں وقتاً فوقتاً قومیت کے نعرے بلند ہوتے رہتے ہیں، جس کے وہ منفی نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ قلم انہیں بیان کرنے سے قاصر ہے۔

## ۲- جاہلانہ رسم و رواج کی وجہ سے درپیش مسائل:

معاشرتی فکری زندگی کے مختلف گوشوں میں خاص طور پر اور آپسی تعلقات کے سلسلے میں عام طور پر ہمارا جو بھی طرز عمل ہے ان کا بنیادی محرک یہی جاہلانہ رسم و رواج ہیں اور ان طرز عمل کے جو اثرات سامنے آ رہے ہیں ان کے بارے میں کسی سول کی گنجائش نہیں ہے، اسی لیے ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے سے معاملات کرنے میں کافی چوکس و محتاط ہونا ہوگا تاکہ بڑے فتنے نہ اٹھاسکیں۔

## ۳- معاشرے اور فرد کی شخصیت کا تحفظ:

☆ معاشرہ اور فرد کی شخصیت کو دوسروں کے رنگ میں ڈھلنے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس کی حفاظت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس راہ میں بھی کئی دشواریاں اور رکاوٹیں حائل ہیں جن میں نمایاں ترین یہ ہیں:

مسلمانوں کا دوسرے لوگوں سے میل جول بڑھا ہے، کیونکہ کہ کردہ ارض نے ایک گاؤں کی شکل اختیار کر لی ہے اور تعلقات و روابط کے ذرائع بڑھ گئے ہیں۔

اس معاملے میں مغربی میڈیا سے کوئی بھی بازی نہیں مار سکا ہے، اس نے ہر گھر کو اپنی زد میں لے لیا ہے اور ہر فرد کے دماغ پر مسلط ہو چکا ہے لہذا یہ کہ اللہ نے اپنی رحمت خاص سے کسی کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہو، اگرچہ ایسے لوگ بھی بہت تھوڑے سے ہی ہیں، مغربی میڈیا کے ذریعہ پھیلائے گئے، اس نیٹ ورک کے خلاف ایسے متعینہ اقدام کی ضرورت ہے جو اس موجِ تباہی کے مقابلے میں با اثر اور کارگر ثابت ہو سکے۔

بہر حال یہ اور اس قسم کی دیگر معاشرتی رکاوٹیں چند امور کی متقاضی ہیں:  
الف - ان عناصر کا گہرے اور بڑے پیمانے پر اجتماعی جائزہ لیا جائے اور مناسب حل  
تلاش کیا جائے۔

ب - ان مشکلات اور جاہلی عناصر کے مقابلہ کے لئے مصلحین اور غیرت مند اور خیر  
خواہ آگے آئیں اور جرأت مندانہ موقف اختیار کریں۔

ج - سیاسی دشواریاں:

سیاسی مقاصد کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کی متحدہ قیادت

۲- ان کی شیرازہ بندی

۳- صفوں میں اتحاد

۴- جہاد

ان اہداف کو بھی بہت سی رکاوٹوں اور اڑچنوں کا سامنا کیے بغیر اور خاص سے سیاسی رکاوٹوں  
کا سامنا کیے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، اس وقت سیاسی رکاوٹیں ہی ہماری گفتگو کا موضوع بھی ہے۔

۱- مسلمانوں کی متحدہ قیادت:

دوہری صدی ہجری کے اوائل ہی سے امت میں ایک سے زائد امیر ہونے لگے اور مسلم  
ممالک کی تقسیم کا آغاز ہونے لگا، متحدہ قیادت و امامت خلفاء راشدین اور بنو امیہ کے پر امن دور  
میں تھی وہ آج تک ایک خواب بنی ہوئی ہے، ایک ایسا خواب جس کی تعبیر کو پورا ہوئے ہر صحیح عقیدہ  
مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ خواب ہنوز ایک خواب ہی ہے، ابھی بھی مسلمان اپنی خوش نما آرزوؤں اور فوٹن  
تصورات کے طفیل اس خواب کی تعبیر تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں

کر سکے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک میں حد درجہ انتشار پایا جاتا ہے، حکومتیں مختلف ہیں، ان کے دستور اور پالیسیاں مختلف ہیں، ان کے مقاصد جداگانہ ہیں سونے پر سہاگہ کہ ان کے درمیان آپس ہی میں شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول ان پر صادق آتا ہے:

”راحت مشرق و راحت مغرباً

شتان بین مشرق و مغرب“

(وہ مشرق کی طرف چلی گئی اور میں نے مغرب کا رخ کیا، اور مشرق و مغرب کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں ہے)۔

میں امید کرتا ہوں کہ اسے ناامیدی اور حوصلہ شکنی تجزیہ نہیں سمجھا جائے گا، یہ میرا مقصد ہرگز نہیں ہے، بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ حالات دو اہم باتوں کے متقاضی ہیں:

۱- انجام اور نتیجے کے اعتبار سے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اس لیے حقیقت میں اس مسئلہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اہمیت اسے دی جائے، انتہائی اہم ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ صبر و قربانی، خود چہرہ دگی اور وقت کا متقاضی ہے۔

۲- یہ ممکن نہیں کہ کوئی حل اچانک سامنے آجائے اور پچاس ممالک دیکھتے ہی دیکھتے ایک سلطنت کے تحت چلنے لگیں، کیونکہ یہ بات اللہ کی سنت سے میل نہیں کھاتی، لیکن بہ طریق تدریج ہی کسی حل تک پہنچا جاسکتا ہے۔

۲- مسلمانوں کی شیرازہ بندی:

یہ بات عیاں ہے کہ دشمنان ملت اور خواہشات نفس نیز حرص و ہوس کے پجاری یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی آواز تفریق کا شکار رہے، ان کی آراء جداگانہ اور ان کا شیرازہ منتشر رہے۔

اس کی ہم ایک زندہ موجود مثال پیش کرتے ہیں، اسلامی قوانین کا نفاذ تمام مسلمانوں

کو ہم آواز دے کر نے کے فارمولے کا اہم ترین جز ہے اور اس کے نفاذ کا مسئلہ اسلامی ایوان میں مسلسل نظری و عملی اعتبار سے زیر غور اور زیر بحث چلا آ رہا ہے، لیکن نظر یہ ساز قسم کے اور انتہائی اثر و رسوخ رکھنے والے بعض معارضین نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ اس مسئلہ کے تعلق سے شبہات پر شبہات کو جنم دیتے ہیں اور بے بنیاد و بوجہ کے قسم کے دلائل کے ذریعہ شریعت اسلامی یا اسلامی قوانین کے نفاذ کی تلی الاعلان تردید و مخالفت کرتے ہیں۔

جس ملک میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آتا ہے وہاں اسے اس قسم کے چیلینجز کا کھلے عام سامنا کرنا پڑتا ہے، اسے اس قسم کے سازشوں کے مقابلہ میں اللہ اپنی مدد ضرور بھیجتا ہے۔ اس مسئلہ سے متعلق ایک اور مثال ملاحظہ ہو: مسلمانوں کے درمیان جب کسی اہم مسئلہ پر باہمی تقاہم کی راہ نکلتی نظر آتی ہے، دشمن طاقتیں امت کا شیرازہ بکھیرنے اور ان کے اندر اضطراب و بے چینی پھیلانے میں مصروف ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، مگر اللہ اپنی روشنی مکمل کیے بغیر مانتے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی مانگا اور ہو“ (آیہ ۳۲)۔

### ۳- صفوں میں اتحاد:

اہمیت کے اعتبار سے یہ مسئلہ بھی مذکورہ بالا دونوں اہداف ہی کے ہم مثل ہے، اسی لیے جہاں بھی دشمن کو اسلامی اتحاد، چاہے وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر کیوں نہ ہو، نظر آتا ہے تو مسلمانوں کی صفوں میں تفریق کی کوشش شروع کر دیتا ہے، چنانچہ امت کا شیرازہ بکھیرنے اور ان کے اتحاد کو غبار آلود کرنے کی کسی بھی ممکنہ کوشش سے باز نہیں آتا۔ اس سلسلے میں امت کا ہمیشہ کا اصول یہ ہے کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو“۔ (اس پہلو سے ہمیں اس یورپی کانفرنس کو نہیں بھولنا چاہئے جو ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوئی تھی۔ برطانوی وزیر خارجہ کے زیر صدارت منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں یورپ کے اہم یورنمایاں ترین سیاسی مفکرین شریک ہوئے تھے، وہاں جو فیصلے لیے گئے، ان میں ایک یہ فیصلہ بھی تھا کہ ایک ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جس کے ذریعہ شرق وسطیٰ کے ممالک کے درمیان کوئی وفاق اور اتحاد قائم ہونے دیا جائے۔ یہ

اس لیے ضروری ہے کہ اگر شرق وسطیٰ متحد ہو گیا تو وہ یورپ کے لئے مستقل خطرہ بن جائے گا (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تادۃ الغرب..... ۷۳-۷۷)۔

کبھی کبھی بعض دشمنان اس کا متبادل بھی سامنے لاتے ہیں اور بعض مسلمان اسے اختیار بھی کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر دشمنان اسلام کسی متعینہ بر اعظم میں اتحاد کی کوشش کرتے ہیں یا کسی مخصوص علاقہ میں اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یا "اقوام متحدہ" اور نام نہاد "دنیا عالمی نظام" کی شکل میں اتحاد کا متبادل سامنے لا کر اس کی نگرانی کرتے ہیں۔

۴- جہاد:

دور حاضر میں اسلام اور اس کے احکام پر سب سے زیادہ اعتراض کرنے والے مستشرقین اور ان کے تبعین کی نظر میں جہاد ایک مانا نوس شرقی حکم ہی نہیں بلکہ قابل تردید ہے، مستشرقین نے اپنے اس اعتراض کو اتنا عام کر دیا کہ اب جہاد کو عملی شکل دینا مشکل ترین امر بن گیا ہے۔ جب بعض مسلم علاقوں جیسے افغانستان، اور فلسطین وغیرہ میں جہاد کا اعلان کیا گیا تو پوری طرح اس کے نفاذ کے خلاف خود مسلمانوں اور غیر مسلم طاقتوں کی جانب سے ایک نہ ختم ہونے والی رکائوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

شاید کہ بوشیا اور ہرزے کو وینا کے مسئلہ میں اس حقیقت کی بڑی دلیل پوشیدہ ہے کہ مسلمان قیادت کی سطح پر جہاد کا اعلان کرنے یا جہاد کا علم بلند کرنے پر بالکل ہی قادر نہیں ہیں۔ لیکن ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی صورت حال پیدا فرمادے۔

دوسری قسم کی دشواریوں پر توجہ مرکوز کرنے سے پہلے اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ سیاسی رکاوٹیں دور کرنے کے لیے طویل محنت اور جہد پیہم کی ضرورت ہے۔

د- مادی دشواریاں:

مادی اہداف مقاصد سے بھی ہم بخسن خوبی واقف ہو چکے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ہم اپنی

قوت میں اضافہ کریں تاکہ دشمنوں پر ہمارا رعب و دہد بہ قائم ہو نیز بشری اور قدرتی سر و سامان سے لطف اندوز ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان ہدف و مقاصد کے بالمقابل جو رکاوٹیں حائل ہیں، انہیں زیر کرنا اور ان پر قابو پانا نسبتاً آسان ہے۔ واللہ اعلم۔

مسلمان ان مقاصد کو صرف اس وقت ہی پاسکتے ہیں جبکہ ان کی نیتیں درست اور سچی ہوں، مزید برآں جن دشواریوں کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ ایک تلخ حقیقت ہے اس کا اعتراف تو کرنا ہی پڑے گا، نیز ان رکاوٹوں پر قابو پانا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے، بلکہ جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ان کے لئے یہ کام انتہائی آسان ہے۔

”لأستسهلن الصعب أو أدرك المنى

فما انقادت الأعمال الا لصابر“

(مجھے دشواریاں لازماً آسان لگنے لگیں گی، یا میں اپنی آرزوں اور تمناؤں کو پالوں گا۔ کیونکہ امیدیں اور آرزوئیں صابر شخص کی ہی پوری ہوتی ہیں)۔

گزشتہ اوراق میں جو وسائل بیان کیے گئے ہیں وہ ہدف کے حصول اور رکاوٹوں پر قابو پانے کے سلسلے میں واضح رہنمائی کرتے ہیں۔ البتہ یہاں جس چیز کی طرف تاکید کے ساتھ اشارہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انسان نتائج کے لیے جو اب وہ نہیں ہے بلکہ اس سے مطالبہ صرف عمل کرنے اور کرتے رہنے کا ہے۔

”على المرء أن يسعى إلى الخير جهده

وليس عليه أن يتم المقاصد“

(انسان کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ خیر و بھلائی کے لیے جدوجہد کرتا رہے۔ یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کے مقاصد کو بھی حاصل کر ہی لے)۔

☆☆☆

## دوسرا باب

تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ میں اتحاد و وحدت کا اثر





## وحدت اسلامی اور تہذیبی چینلجز

تمہید:

وحدت اور اتحاد اسلامی کا مختصر اور جامع تصور ہمارے علم میں آچکا ہے۔ نیز ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ اس کا مفہوم کیا ہے، شریعت میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے، یہ بھی ہمارے سامنے آچکا ہے کہ اس کی بنیادیں اس کے مقاصد اور اس کے حصول کے ذرائع اور وسائل کیا ہیں اور آخر میں یہ کہ راہ اتحاد میں کیا کیا رکاوٹیں حائل ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے، یہ سب باتیں گزشتہ صفحات میں معلوم کر چکے ہیں۔

اگر یہ وحدت مکمل طور پر - یا جزوی طور پر ہی سہی - حاصل ہو جائے تو لازمی طور پر ان تہذیبی چینلجز کے مقابلے میں خاطر خواہ نتائج رونما ہوں گے جو امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔

یہاں اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ امت مسلمہ ہر سطح پر خوفناک چینلجز سے دوچار ہے اور یہ چینلجز نئے نہیں ہیں، بلکہ اتنے ہی قدیم ہیں جتنی قدیم حق و باطل کے درمیان کشمکش ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چینلجز ایک مسلمان کو ان تکلیف دہ حالات کے سامنے عاجزی و درماندگی کے ساتھ جھک جانے پر مجبور کر دیں گے، یا مسلمان انفرادی حیثیت میں ان چینلجز کا مقابلہ کرنے کی ہمت و طاقت نہیں رکھتا، یا یہ سمجھتا ہے کہ کشمکش کے اس میدان میں فرد مسلم کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، وہ شخص انتہائی غلطی پر ہے اس لیے کہ فرد کی طاقت قوت دوسرے افراد کے ساتھ مل کر ایک مکمل معاشرہ کی طاقت قوت کے برابر ہو جاتی ہے۔

تہذیبی چینلجز کے مقابلے میں وحدت اسلامی کے جو اثرات سامنے آتے ہیں، چینلجز کی سابقہ درجہ بندیوں کے مطابق انہیں درج ذیل ابواب میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)

## فکری چیلنجز اور وحدت

بلاشبہ امت مسلمہ منظم منصوبہ بند فکری چیلنجز سے دوچار ہے، ان کے ذرائع، طریقہ کار اور شکلیں اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے یا ملتے جلتے ہیں اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کر دیا جائے اور ان کے ذہنوں میں اپنے ہی دین و مذہب کے تعلق سے شبہات پیدا کر دیے جائیں، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ”تم سے یہودی اور نصرانی ہرگز اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ان کی ملت کو اپنا مالو، کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے“ (البقرہ: ۱۲۳)۔

”ان کی تو خواہش یہی ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر تم اور وہ یکساں ہو جائیں“ (النساء: ۸۹)۔

”نہ تو اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور نہ شرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے“ (البقرہ: ۱۰۵)۔

”وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مدہمت کرو تو یہ بھی مدہمت کریں“ (القلم: ۹)۔

فکری چیلنجز درج ذیل ہیں:

۱- عیسائی بنانا۔ لوگوں کو عیسائی بنانے کی کاوشیں بڑے پیمانے پر انجام دی جا رہی ہیں اور خاص کر مسلمان ان کا نشانہ ہیں، تقریباً ہر ملک کے گوشے گوشے میں ایسے مسیحی ادارے اپنا جال

بچھا چکے ہیں اور یہ سرگرمیاں چھپ کر نہیں بلکہ برسر عام انجام دی جا رہی ہیں بلکہ بعض مسلم ممالک میں یہ ادارے اپنی سرگرمیوں کی بنا پر کافی مشہور بھی ہو چکے ہیں۔ البتہ بعض مسیحی ادارے اپنی سرگرمیاں خفیہ طور پر بھی انجام دیتے ہیں جس میں وہ مکر فریب کے طریقے اپناتے ہیں (مزید مطالعہ کے لیے "البشیر و انگرہ علی البلاد العربیة الإسلامیة" از ڈاکٹر احمد اسلمی ملاحظہ فرمائیں)۔

۲- استشراف: اس کے تحت بظاہر علمی نوعیت کی سرگرمیاں انجام دی جاتی ہے لیکن حقیقتاً ان سرگرمیوں کا مقصد یہودیت یا عیسائیت کی خدمت ہوتا ہے۔

۳- ملحد یہودی ادارے: جیسے فری میسن تحریک، اور وجودی تحریک (یہ دونوں عیسائی مشنری کے نام ہیں)۔

۴- سیکولرزم یعنی لادینیت کی لہر۔

۵- بے ہودہ اور من گھڑت افکار و خیالات جنہیں مسلم معاشرے میں موجود بہت سے گروہ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔

۶- تعلیم و تربیت کے نظام کو مغرب زدہ کرنے کی کوششیں۔

۷- روشن خیالی کے نام سے موسوم لہر جسے اسلام کی دعوت و اسلامی کے مقابلہ میں سیکولر ذہنیت کے افراد پھیلاتے رہتے ہیں۔

یہ وہ چیلینجز ہیں جن سے فکر سلیم رکھنے والے داعیان، مصلحین، علماء اور مفکرین کو سامنا ہے، ان کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ یکسوئی کے ساتھ منظم اور مخلصانہ جدوجہد کیا جائے۔

جب تک امت کے علماء اور مصلحین باہم متفرق رہیں گے اس وقت تک ان چیلینجز پر غالب آنا ناممکن ہے، امر و امت کے درمیان باہمی تعاون کی فضا، آپسی تعلقات اور اتحادی

میں اللہ کی مدد سے ان چیلینجز کا مقابلہ کرنے اور ختم کرنے کی صلاحیت ہے، یہ صفات امت کے اندر پیدا ہو جائیں تو ضرور صورتحال پوری طرح سے بدل جائے گی۔ اسلام اور داعیان اسلام

پھر سے ایسی زبردست فکری قوت کے حامل ہو جائیں گے جس کے سامنے شر اور باطل کی طاقتیں

سنگوں ہو جائیں گی۔

مسلمانوں کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ دس صدیوں سے بھی زیادہ عرصے تک ان کی قوتیں متحد تھیں، ان کی سلطنت ایک تھی یا مختلف ہو کر بھی ایک ہی سلطنت معلوم ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی تاریخ کا یہ وہ دور تھا کہ ان کے افکار کو، اگرچہ ان پر تاریکی چھانے لگی تھی، ظلم و ثقافت کے مختلف میدانوں میں رہنا افکار کا درجہ حاصل تھا، کچھ خارجی افکار اگر ان کے در آئے بھی تھے تو ان کو زیادہ پھیلنے اور اپنا دائرہ وسیع کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا بلکہ وہ بعض وقتوں اور بعض شہروں و علاقوں تک ہی محدود ہے۔



(۲)

## معاشرتی چیلنجز اور وحدت

امت کو لامتناہی چیلنجز کا سامنا ہے یہاں تک کہ اسے خود اپنے گھر میں بھی ان سے چھٹکارا نہیں ہے، جن کی واضح ترین مثال وہ معاشرتی چیلنجز ہیں جو امت کو درپیش ہیں: جماعت مسلمین کے اندر موجود بعض نامانوس حالات و واقعات میں مسلمانوں کے معاشرتی مسائل اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں، فرد، خاندان، قبیلہ، چھوٹی بڑی سوسائٹی کوئی بھی ان سے اچھوتا نہیں رہا، یہاں تک کہ باہمی تعلقات پر بھی ان کا اثر ہے۔

شاید سخت ترین چیلنج اگر کوئی ہے تو وہ مغرب کے وہ معاشرتی افکار و نظریات ہیں، جنہیں مسلمانوں کے درمیان عام کر دیا گیا ہے، مثلاً فرد کی بے مہار آزادی، ہر چیز میں عورت اور مرد کی برابری کا دعویٰ، فیروں کی مشابہت اختیار کرنا اور اسی قسم کے دیگر برائیاں اور فتنے جو انہی افکار کے طفیل سماج میں پیدا ہو رہے ہیں جن میں سے درج ذیل برائیاں قابل ذکر ہیں:

- ☆ کفر و عنصیان اور فسق و فجور پر معنی مختلف قسم کی سرگرمیوں کا رواج پانا۔
- ☆ کھلے عام کفر کا اظہار۔

☆ جنسی بے راہ روی کا عام ہونا اور یہ ساری چیزیں انسان کی انفرادی آزادی کے نام پر انجام پارہی ہیں۔

☆ عورت کا اپنی مرضی سے جب چاہے گھر سے باہر نکلنا۔

☆ عورت کا جس کے ساتھ دل چاہے تعلقات رکھنا۔

☆ عورت کا اپنی مرضی سے جس شعبے میں چاہے کام کرنا۔  
 ☆ تعدد ازواج اور طلاق کی مخالفت اور یہ ساری سرگرمیاں عورت و مرد کے درمیان  
 مساوات اور عورت کی آزادی کے نام پر انجام دی جا رہی ہیں۔  
 اس پر مستزاد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں جاہلی رسوم و رواج نے اپنی جڑیں  
 مضبوطی سے جمالی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خود کو مطلق طور پر غیروں کی غلامی اور ماتحتی میں  
 دے دیا ہے۔

مصلحتیں کے لئے ان معاشرتی مسائل کا سدباب مشکل ہی نہیں بلکہ اس وقت تک  
 ناممکن ہے جب تک کہ فرد امت کے درمیان باہمی تعاون، تعلقات اور اتحاد نہ ہو، اگر معاشرہ  
 کے فرد کے درمیان باہمی تعاون اور افہام و تفہیم کا جذبہ پیدا ہو جائے تو تمام فتنے اور برائیاں ختم  
 ہو جائیں۔ ان کے سوتے بند اور ذرائع کا نام و نشان مٹ جائے اور ان کی جگہ اچھائیوں اور  
 نیکیوں کا بول بالا ہونے لگے، اور اخلاق کریمہ عام ہو جائیں، اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اس کا  
 بہترین ذریعہ یہ ہے کہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم (امر بالمعروف) اور برائیوں سے روکا (نہی عن  
 المنکر) جائے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ہی اسے اسلام میں ایک اہم رکن اور ستون کا درجہ  
 حاصل ہے، اس کے حق میں جا بجا نصوص قطعیہ موجود ہیں فرمان الہی ہے:

”مؤمن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار معاون اور) دوست ہیں، وہ  
 بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے  
 ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم  
 فرمائے گا، بیشک اللہ غلیب و الاحکمت والا ہے“ (التوبہ: ۷۱)۔

ایک دوسرے کو رفیق سمجھنا، باہم مدد کرنا، معروف کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، اللہ  
 اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا، یہی مؤمنین کی صفات ہیں، اسی لیے معاشرتی چیلنجز کا مقابلہ  
 کرنے کے ضمن میں باہمی تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور باہمی اتحاد موثر کردار ادا کرتے ہیں۔

(۳)

## سیاسی چینائجز اور وحدت

یہ چینائجز کی وہ قسم ہے جس کا مشاہدہ عوام سب سے زیادہ کھلی آنکھوں سے کرتے ہیں۔ دشمنان اسلام اور ان کے مقبوعین کو چوٹ پہنچانے میں کوئی بھی کسر باقی نہیں رکھنا چاہتے۔ فرمان الہی ہے: ”ان کے وعدوں کا کیا اعتبار دراصل وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو نہ قرابت داری کا خیال کریں، نہ عہد و پیمانہ، اپنی زبانوں سے تو یہ تم سے راضی لگتے ہیں لیکن ان کے دل نہیں مانتے، ان میں سے اکثر توفاسق ہے“ (آیہ ۸)۔

”چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو نامنظور ہے (ہر صورت) بجز اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے، خواہ کافروں کو (کیسا ہی) ماکو اگزرے“ (آیہ ۳۳)۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب تم پر ہر جانب سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، حضرت ثوبان کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا اس دن ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس دن تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کے جھاگ کی مانند ہوگی، تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب و دہرہ ختم ہو جائے گا اور تمہارے دلوں پر کمزوری جاری ہو جائے گی۔“

کہتے ہیں ہم نے دریافت کیا کس قسم کی کمزوری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور



موت سے کراہیت“ (مشہد امام احمد: ۵۵۳/۲۷۸)۔

علامہ ملا علی قاری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مغتریب قوم میں ٹوٹ پڑیں گی“ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ گمراہ اور کافر قومیں تم پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی، ایک دوسرے کو تمہاری ہمت اور رعب و ہد بہ کو ختم کرنے اور تمہارے خلاف جنگ کے لئے ابھاریں گی۔

”جس طرح بھوکے ٹوٹ پڑتے ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے والے دسترخوان پر ایک دوسرے کو بلا تے ہیں تاکہ وہ مل جل کر بلا روک ٹوک تناول کر سکیں، چنانچہ وہ اس سے بلا کسی تکلف و لحاظ کے جس طرح چاہتے ہیں نوش کرتے ہیں“ (مرقاۃ المفاتیح شرح صواعق المصاحیح: ۱۰/۹۸)۔

حقیقت یہی ہے کہ آج مسلمانوں کے حالات اس حدیث کا مصداق بن گئے ہیں۔ مسلمانوں کی اس کربناک صورت حال کی مزید وضاحت و تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مختصر یہ ہے کہ یہ وہ مسلمان ہیں جو اکثر ملکوں میں ملت کے دشمنان کی جانب سے گمراہ کن نعروں کے پس پردہ اقوام متحدہ کے نام پر، انسانی حقوق کی رپورٹ کے نام پر اور تیسری دنیا کے نام سے معروف مسلم ممالک میں جمہوریت کے قیام کے نام پر سیاسی چیلنجوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن یہی مسلمان ان چیلنجوں کا جواں مردی سے مقابلہ کرنے کے بجائے عاجز و درماندہ کھڑے ہیں۔ جب تک مسلمان خود کو باہم ایک دوسرے کا تعاون کرنے پر آمادہ نہیں کر لیتے، آپسی تعلقات استوار نہیں کر لیتے اور باہم متحد نہیں ہو جاتے تب تک یہ صورتحال باقی رہے گی اور وہ یونہی عاجز و درماندہ بنے رہیں گے، کیونکہ اللہ کافرمان ہے: ”تم آپس میں مت لڑو ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“ (الانفالہ: ۳۶)۔

اگر اب بھی مسلمان باہم تعاون اور ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنے لگیں تو مادی کمزوری کے باوجود بھی وہ اپنی منزل کو پاسکتے ہیں۔ انگریزی کا مشہور مقولہ ہے کہ ”جب کمزور

اشیاء کیجا ہو جائیں تو وہ طاقت ور ہو جاتی ہیں۔“  
 تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب صدیوں تک مسلمان ایک دوسرے کے پشت پناہ،  
 ایک دوسرے کے معاون اور باہم متحد تھے، دنیا نے اپنے دروازے ان پر کھول رکھے تھے جن  
 کے اندر وہ پورے وقار کے ساتھ اس طرح داخل ہوئے کہ عزت و شوکت کے باوجود تواضع اور  
 انکساری کا دامن نہیں چھوڑا تھا، اسی وجہ سے دنیا کے ذہن و دماغ پر فتح حاصل کی، لوگوں کے دل  
 اللہ کے نور اور اس کی ہدایت کو خوش آمدید کہنے کے لیے فرش راہ ہو گئے، کفر کو ذلت ملی اور کافروں  
 نے خود آگے بڑھ کر اسلام کو گلے سے لگایا، اور یہ صرف ایک صدی کا ہی واقعہ نہیں ہے بلکہ عباسی  
 حکمرانوں اور سلطنت عثمانی کے دور تک مسلمانوں کا یہی رعب و وہبہ قائم رہا۔  
 پھر جب مسلمان انتشار کا شکار ہوئے ان کی سلطنتیں الگ الگ ہو گئیں اور ان کی  
 وحدت جو خلافت کے نام سے قائم تھی، پارہ پارہ ہو گئی، تو وہ اس مقام کو پہنچ گئے جہاں انجام کار  
 انہیں پہنچنا ہی تھا۔

معین بن زائدہ نے کیا خوب کہا ہے:

”کو نوا جمیعا یا بنی اذا اعتری  
 خطب ولا تنفرقوا افرادا  
 تابی الرماح اذا اجتمعن تکسرا  
 و اذا افترقن تکسرت آحادا“

(اے میرے بیٹو! جب مصیبت مازل ہو تو تم سب متحد ہو جانا، مل کر اس کا مقابلہ کرنا  
 اور الگ الگ مت ہو جانا۔

جب نیزے باہم ایک ساتھ ہوں تو توڑے نہیں جاسکتے اور اگر وہ الگ الگ ہو جائیں  
 تو ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے)۔

☆☆☆

(۴)

## مادی چیلنجز اور وحدت

امت اسلامیہ کو اتنا ایک کے بعد دوسرے چیلنج کا سامنا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مادیت کی دنیا کا میدان بذات خود ایک قسم کا چیلنج ہے۔ اس کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی حیثیت ذیلی اور خمینی ہے اور اس کا مسلمانوں کی زندگی پر کوئی مثبت یا منفی اثر نہیں پڑتا، کیا کوئی شخص معیشت کی اہمیت اور تہذیبی ترقی میں اس کے کردار سے انکار کر سکتا ہے؟ کیا کارخانوں اور تجارت کا انکار ممکن ہے؟ کیا ترقی یافتہ انتظامی طریقہ کار کی اہمیت سے کوئی انکار کر سکتا ہے؟ ظاہر بات ہے، کوئی بھی ان کا انکار نہیں کرے گا، ان میں کلہر پہلو اہمیت کا حامل ہے۔

”ولیس یصح فی الأذهان شیء“

إذا احتاج النهار إلى دلیل“

(اگر کوئی شخص دن کو دن ثابت کرنے کے لئے بھی دلیل کی محتاج ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دماغ کا کوئی بھی کل پرزہ اپنی جگہ درست نہیں ہے)۔  
مسلم ممالک کے نقشے پر غور کرنے والا آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ قوموں میں سب سے زیادہ تعدد اتیسری دنیا کے ممالک سے معروف ممالک کی ہے۔  
اس ضمن میں درج ذیل قسم کے چیلنجز امت کو درپیش ہیں:  
۱- اکثر مسلم ممالک میں انتہائی درج کی غربت کا پایا جاتا۔

۲- غیر معمولی نوعیت کے بڑے بڑے قرضے جن کا شمار بھی مشکل ہے، بلکہ روز بروز ان قرضوں میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

۳- زرعتی و صنعتی میدانوں میں مسلمانوں کی پسماندگی۔

مسلمانوں کے درمیان معاشی یکجہتی کی جن صورتوں کا ہم نے ذکر کیا؟ وہ ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو مضبوط پوزیشن عطا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔



## خاتمہ

ہر آغاز کا اختتام ہوتا ہے، اسی لیے میں بھی اس مقالہ کا اختتام چند تنبیہات اور امیدوں پر کروں گا، جہاں تک تنبیہ کا سوال ہے تو وہ اسی موضوع سے متعلق ایک اہم ترین مسئلہ کی ہے۔

بعض لوگ اتحاد، باہمی الفت و قربت کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو عام انسانی اقدار ہیں، اس لیے بلا تفریق قوم و ملت مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی ملحد و شرک، پوری انسانیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپس میں ان اقدار کا پاس و لحاظ رکھیں، اس نظریے کی بنیاد پر یہ لوگ پُرآن زندگی، بین الاقوامی خاندان، گلوبلائزیشن، مخلوط تہذیب، مذہبی یکجہتی جیسے نعرے بلند کرتے رہتے ہیں جو دراصل مشتبہ اور ناپسندیدہ سمجھی جانے والی تنظیموں کی پیداوار ہیں اور شاید اس قسم کے نعروں میں جدید ترین نعرہ جدید عالمی نظام New World Order ہے۔

کیا یہ نعرے بلند کرنے والے مسلم افراد اس سے ماوا تفت ہیں کہ یہ نعرے ان نعروں میں سے ہیں جو دراصل لادینیت کا پلندہ ہیں؟ کیا یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ ہے کہ ان نعروں کا مقصد اپنے علاوہ دیگر ادیان کو نیست و نابود کرنے کی سازش کو عملی جامہ پہنانا ہے؟

اگرچہ اس سازش اور اس فکر کا عملی روپ اختیار کر لینا محال و ناممکن ہے، لیکن حیرت و افسوس کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس سازشی فکر پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے پیچھے دم بلائے بھاگتے پھرتے ہیں اور اس کے زہر کو مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

کبھی کبھی یہ نعرے خالص انسانی مثل میں ظاہر ہوتے ہیں جن کا مقصد و مدعا دین

و مذہب سے صرف نظر، زندگی کے امور میں تعاون کرنا ہوتا ہے لیکن دراصل ان کی حقیقت اور مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ زندہ ضمیر اور مومن دل رکھنے والے افراد کو میں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس طرف توجہ مبذول کریں اور انہیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ دشمنوں کے مکر فریب سے بچنے کے لیے ہوشیار رہیں اور اس سے دفاع کا انتظام کر کے رکھیں۔

”اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب مازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ ال قبر سے کفار مایوس ہو چکے ہیں“ (الممتحنہ: ۱۳)۔

☆ علماء و واعیان اسلام سے چند امیدیں:

آپ امت کی شان ہیں، لوگوں کے لئے اسوہ ہیں اور ان کی اصلاح کرنے نیز انہیں صحیح راہ سے روشناس کرانے والے ہیں، شک و ریب، ناامیدی، نزاع اور اختلافات کے مواقع پر آپ ہی ان کے مرجع و ماوی ہیں۔

”ما الفضل إلا لأهل العلم إنهم

علی الہدی لمن استہدی أدلاء“

(صاحب علم کو دلائل و براہین کے ذریعہ ہدایت تلاش کرنے والے پر صرف اس لئے فضیلت حاصل ہے کیونکہ صاحب علم خود ہدایت پر ہوتا ہے)۔

کیا امت کے مسائل سے آپ کی کنارہ کشی کے باوجود بھی مسلمانوں کو ہم آواز کرنے اور ان کی صفوں میں اتحاد لانے کی ہماری آرزو بار آور ہو سکتی ہے؟  
ہرگز نہیں۔

کیا آپ اس بات کے آرزو مند ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت ہو جبکہ آپ

خود اختیارات کے شکار ہیں؟

ہرگز نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ہی کے ہاتھوں اس کام کا آغاز ہوا ہے اور آپ ہی کے ذریعہ اسے مرحلہ تکمیل تک پہنچانا ہے، اگر آپ اس کے لیے مستعد و کمر بستہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے، اور یہ اس کا کام ہے کہ وہ مسلمانوں کو حق کی آواز پر متحد و یک آواز کر دے، مسلمانوں کے دلوں میں محبت و الفت پیدا کر دے۔

☆☆☆

## خلاصہ

نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد، آپسی محبت و الفت اور باہمی تعاون شریعت کے لازمی مقاصد میں سے ہیں۔ شریعت آئی ہی اسی لیے ہے کہ ان خصوصیات و اوصاف کو دلوں میں جاگزیں کر دے اور واقعات کی دنیا میں انہیں تقویت بخشنے، جب مسلمان حقیقی معنوں میں ایک امت کی شکل میں تھے ان کا عہد ایک تھا اور ان کی منزل ایک تھی تو وہ آپسی قربت ہی کے نہیں بلکہ اتحاد و اجتماعیت کے سب سے زیادہ حقدار بن کر رہے۔

لیکن آج دور حاضر میں یہ قدر محض خواب بن گئی ہیں، ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی مسلمان قائم نہ رہ سکے، اللہ بچائے! اب ذہن ان کا صرف تصور کر سکتا ہے، خواب دیکھ سکتا ہے یا پھر مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں کی تاریخ میں اس کا ذکر پا سکتا ہے۔ ہاں! وحدت کے چند ستون ضرور باقی رہ گئے ہیں جو حقیقی اور مکمل اتحاد کی طرف دوبارہ مسلمانوں کو لوٹا سکتے ہیں اور وہ ہیں قبلہ، حج اور اسلام سے نسبت کا اظہار۔ تو کیا مسلمانوں کے ارباب علم و عقیدہ اور صاحب عقل و ہوش افراد حقیقی وحدت کو دوبارہ لانے کی قوت رکھتے ہیں؟ دراصل یہی ہماری آرزو ہے۔

یہ مختصر بحث مسلمانوں کے درمیان وحدت کا مکمل و جامع تصور پیش کرنے کی ایک کوشش ہے، اس میں وحدت کا مفہوم، اس کی اہمیت، اس کی بنیادیں، مقاصد، اس کے حصول کے ذرائع، اس کی راہ میں آنے والی رکاوٹیں، پھر اس وحدت کے تہذیبی چیلنجز کے مقابلہ پر پڑنے والے اثرات پر بحث کی گئی ہے۔

یہ تہذیبی چیلنجز مسلم معاشرے میں ہر سطح پر ہمیں درپیش ہیں:

امید ہے کہ یہ بحث اس ہم مسئلہ پر غور و خوض کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔